عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی!!

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ / جنوری ۲۰۰۴ء

جلد دوم:
شمارہ: ۴

فہرست

عنوان	صاحب مضمون	صفحہ نمبر
اصلاحی مجلس	ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ	۳
قرآن کا فنی، علمی اور اصلاحی پہلو	الطاف حسین	۱۸
رزقِ حلال کی برکت	اسلام میں حلال وحرام	۱۹
شیطانی فریب کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے	حضرت امام غزالیؒ	۲۱
فضیلت خدمتِ والدین	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۲۵
حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ کا بیان	حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ	۲۶

فی شمارہ: ۱۵ روپے

سالانہ بدل اشتراک: ۱۶۰ روپے

خط وکتابت کا پتہ: مکان P-12 یونیورسٹی کیمپس پشاور۔

ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ

اصلاحی مجلس

خطبہٴ ماثورہ: اس کے بعد حضرت والا نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا

ترجمہ:۔جس نے کی بھلائی سو اپنے واسطے اور جس نے کی برائی سو وہ بھی اسی پر"۔

یہ ایک آیت میں نے پڑھ لی جس میں فرمایا گیا ہے مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا کہ جس نے کیا نیک عمل، فَلِنَفۡسِهٖ تو اس نے کیا اپنے آپ کیلیے، وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا اور جس نے کی برائی وہ اس پر باقی رہ گی۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے گلستان میں ایک کہانی لکھی ہے اور اس کے بعد جب نتیجے کے طور پر جو بات لکھتے ہیں تو پھر اس نتیجے میں اس آیت کو لکھا ہے۔کہانی میں انھوں نے لکھا ہے کہ ہم ایک کشتی میں بیٹھے سفر کر رہے تھے اور ہمارے آگے ایک دوسری کشتی سفر کر رہی تھی کہ اس کشتی کو کوئی مسئلہ درپیش ہوا اور وہ ڈوبی اور اس میں دو آدمی ڈوبنے لگے اور ڈوبکیاں کھانے لگے تو ہم نے اپنی کشتی میں کہا کہ اگر کوئی ملاح، تیراک ہو اس کشتی میں، اور وہ ان ڈوبنے والے آدمیوں کو بچائے تو اس تیراک کو ایک ایک آدمی کے بدلے پچاس یا غالباً پانچ سو دینار دینگے اس کشتی میں ایک تیراک تھا اس نے چھلانگ لگائی اور ایک آدمی کی طرف بڑھا اور اس نے کوشش کی اور ایک کو بچا کر کشتی میں ڈال دیا لیکن اتنی دیر میں دوسرا آدمی ڈوب گیا تو کشتی والے آدمیوں نے کہا کہ بس اس کی قسمت میں ڈوبنا لکھا تھا اور وہ ڈوب گیا اور یہ جو آدمی تھا اس کو بچالیا گیا اس پر کشتی والے تبصرہ کر رہے تھے تو اس تیراک نے کہا کہ دراصل بات ایسی ہے کہ ان دونوں کو میں پہچانتا تھا جو ڈبکیاں کھا کر ڈوب رہے تھے ان میں سے ایک آدمی وہ تھا کہ میں ایک دفعہ جنگل اور صحرا میں آرہا تھا اور میں تھک گیا تھا۔تو اس آدمی نے مجھے اونٹ پر بٹھایا تھا اور تکلیف میں مجھے راحت پہنچائی تھی اور یہ دوسرا آدمی جو تھا یہ بھی ہمارے محلے کا تھا لیکن اس نے بچپن میں میری پٹائی کی تھی تو اس لیے جس کا احسان تھا میں اس کی طرف بڑھا تا کہ اس کو بچاؤں۔اس کو بچایا تو دوسرا مر گیا تو اس کہانی کے آخر میں انھوں نے یہ آیت لکھی ہے، کسی جگہ سعدیؒ بڑا مزیدار شعر لکھتے ہیں کسی جگہ آیت لکھتے ہیں اور کسی جگہ حدیث لکھتے ہیں۔تو پھر انھوں نے کہانی کے آخر میں نتیجے میں لکھا ہے کہ واقعی مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ "کہ جس نے نیک عمل کیا اپنے لیے کیا" کہ اونٹ پر بٹھانے کا ایک نیک عمل ان دو آدمیوں کے درمیان تھا جو عرصہ بیس سال، پچیس یا تیس سال کے بعد اس نے اپنا اثر دکھلا کر اس کو فایدہ دلایا۔ اور پٹائی والا عمل ایک آدمی کے گردن پر تھا پچیس یا تیس سال یا جتنا عرصہ درمیان میں گزرا، اتنے عرصے بعد اس نے اپنی تاثیر دکھائی اور اس کو نقصان پہنچایا۔ایک حدیث شریف ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب زمین کو

پیدا فرمایا تو لرزتی تھی ، ڈولتی تھی تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہاڑوں کو ڈالا ، پہاڑ زمین کی میخیں ہیں .انھوں نے اس کا ڈولنا ،لرزنا کپکپانا روکا.تو اسی کے بعد انسانوں کی رہائش کے قابل ہوسکی ہے گویا اس کا لرزنا ، کپکپانا ، یہ پہاڑوں کے ڈالے جانے سے رُکا اور پہاڑ جو ہیں ،زمین کی میخیں ہیں .قرآن میں ہے کہ '' وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۔اور بنایا ہم نے پہاڑوں کو میخیں'' پشاور یونیورسٹی کا شاہ ولی اللہ ہاسٹل ہے اس کا میں وارڈن ہوتا تھا اور وہاں صبح کے وقت ہمارا درسِ قرآن ہوتا تھا تو رات کو جغرافیہ میں پی ایچ ڈی پروفیسر میرا مہمان تھا صبح درس میں بیٹھا تو یہ آیت گزری '' وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۔اور ہم نے بنایا پہاڑوں کو میخیں'' .تو اس کی میں نے جو تھوڑی سی تشریح کی تو پروفیسر صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اس کو پھر کہو ، کہ یہ کیا بات کہی گئی ہے قرآن پاک میں؟ تو میں نے کہا کہ قرآن پاک کہہ رہا ہے کہ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۔کہ بنایا ہم نے پہاڑوں کو میخیں ،تو وہ کہنے لگا سبحا ن اللہ ،سبحان اللہ ، اور اس آدمی پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور اس نے کہا کہ اس میں ہمارے جغرافیہ کا بڑا زبردست اصول بیان ہوا ہوا ہے کہ ہمارے جغرافیہ میں ایک بات پر بحث ہے کہ ہر زمین کا جو بڑا ٹکڑا ہوتا ہے میدانی ،اس کے گرداگرد پہاڑ میخوں کی شکل میں لگے ہوتے ہیں اور انھوں نے اس کو پکڑا ہوا ہوتا ہے یعنی اپنی جھولی میں ،دامن میں پکڑا ہوا ہوتا ہے. یہ پاکستان و ہندوستان کا جو میدان ہے اس کو ہمالیہ ، ہندوکش اور قراقرم کے پہاڑی سلسلوں نے اپنے دامن میں پکڑا ہوا ہے اور ان پہاڑوں کی میخیں اگر ہٹ جائیں اور بار شیں ہوں تو یہ ساری مٹی بحر ہند میں ہوگی اور بحرِ ہند کا پانی یہاں سے زور لگا کر میکسیکو کو سمندر بنا دے گا تو واقعی قرآن پاک میں علوم کی بہار ہے لیکن وہ جس کو جتنا فہم ہے ، جتنا دیکھتا ہے اتنی باتیں اس پر کھلتی ہیں خیر وہ بات یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے میخیں بنایا پہاڑوں کو ، تو گویا پہاڑ بڑی قوت والی چیز ہیں ، حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ پہاڑ سے زیادہ قوت والا لوہا ہے جو کہ پہاڑ میں سوراخ کر دیتا ہے اور پھر لوہے سے زیادہ قوت والی چیز وہ آگ ہے جو کہ لوہے کو پگھلا کر رکھ دیتی ہے اور آگ سے زیادہ قوت والی چیز پانی ہے جو کہ آگ کو بجھا کر رکھ دیتا ہے اور پانی سے زیادہ قوت والی چیز ہوا ہے جو کہ پانی کو اڑا کر رکھ دیتی ہے .مشرقی پاکستان میں ہوا چلی تو سمندر پر کھڑے جہاز کو اٹھا کر خشکی پر پھینک دیا .تو اس جہاز کو پھر دوبارہ سمندر میں لانے کی کوئی چیز نہیں تھی ، کوئی کرین نہیں تھی جو کہ پھر اس کو سمندر میں واپس لاتی تو اس کو خشکی پر توڑا گیا جس کو آپ لوگ کہتے ہیں کہ dismental (پرزے پرزے) کیا گیا .الطاف صاحب سوزوکی وین کے اگلے ٹائر اور پچھلے ٹائر میں ہوا کی کتنی مقدار ہوتی ہے؟ تیس (۳۰) پونڈ ہوتی ہے کہ اس میں لوڈ ڈالتے ہیں ،موٹروں والے

پچیس، پچپیس پونڈ ہے اورٹرالا کتنا وزن اٹھاتا ہے؟ ساٹھ ٹن وزن.تو اس وزن کو کتنے پونڈ ہوا اٹھاتی ہے؟ سبحان اللہ، ہوا کی قوت نے اٹھایا اتنا بوجھ،اور پھرتیس یا چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اور ستر یا اسی میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اس کو دوڑا رہی ہے. سبحان اللہ جس وقت قومِ عاد پر اللہ تبارک تعالیٰ نے عذاب بھیجنا چاہا تو فرشتے نے کہا کہ یا اللہ تبارک تعالیٰ کیا میں بیل کے نھتنے کے برابر یعنی بیل کی ناک کی ایک سوراخ کے برابر ہوا ان پر چھوڑ دوں تو ان کو اجازت نہیں ملی، پھر اس نے آخر میں کہا کہ یا اللہ؛ میں سوئی کے ناکے کے برابر ان پر ہوا چھوڑ دوں تو اس کو اجازت ہوئی کہ ہاں اتنی ہوا چھوڑ دے۔

"وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْ صَرٍ عَاتِیَةٍ ۃ سَخَّرَ هَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ لا حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰى لا كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ۃ

ترجمہ:۔اور عاد جو تھے، سو وہ ایک تیز وتند ہوا سے ہلاک کیے گیے ،جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلط کر دیا تھا، تو اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں." (بیان القرآن)

اور ان پر جو چھوڑی تیز ہوا سات راتیں اور آٹھ دن اور وہ ساٹھ ہاتھ کے قد والے لوگ کہ ساٹھ ہاتھ نوے فٹ بنتے ہیں اور نوے فٹ والے آدمی کا پندرہ فٹ قدم ہوتا ہے اور پینتالیس (۴۵) میل فی گھنٹہ اس کی عام رفتار ہوتی ہے اور اگر دوڑے تو دو سو میل فی گھنٹہ اس کی رفتار ہوتی ہے، اور ہوا ان کو اٹھاتی تھی، پٹخ کر مارتی تھی زمین پر، اس طرح کہ جیسے کھجور کے تنے ہوں، یہ حشر ان کا کیا گیا ، یہ عاد و ثمود کے واقعات تو گزرے ہوے ہیں، میں جس بستی کا رہنے والا ہوں وہ شاہراہ ریشم پر ڈاڈر سینیٹوریم سے دس میل کے فاصلہ پر ہے.اس ڈاڈر پر ایک عذاب آیا،اس کے پاس ایک بستی تھی جس پر پہاڑ سے پانی کا ایک ایسا ریلا چلا ، کہ بڑے بڑے پتھروں کو لڑھکایا،لڑھکتے ہوے پتھر آے، پکی دیواروں کو گرایا اور لنٹر (پکی چھت) زمین بوس ہوے اور کافی عرصہ کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ پانی آیا کہاں سے .لوگ کہتے ہیں کہ پانی زمین سے ابلا ہے میں یہاں پوچھتا رہا پرانے سمجھدار لوگوں نے کہا کہ تم نے یہ بددعا سنی ہے کہ "خداے دے دربا ندے د آسمان نہ شہٹرک اوغر زوہ" اللہ تعالیٰ تمھارے اوپر آسمان سے شرٹک نازل فرمائے، توانھوں نے کہا کہ کبھی اس طرح ہوتا ہے وہ بادل آیا ہوا ہے اور اس نے پانچ ہزار کیوسک پانی اٹھایا ہوا ہے اور من جانب اللہ اس کو حکم ہوتا ہے کہ اس پانی کو پانچ گھنٹے میں تم نے ایک ایک قطرہ کر کے گرانا ہے تاکہ زمین کی سیرابی ہو، شادابی ہو، دریا

بہہ جائیں اور چشمے کو پانی پہنچ جائے اور سب کچھ ہو جائے. اور علاقے کو نقصان نہ ہو. اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ بجلی چمکتی ہے اور وہ سارا پانی بیک وقت گرتا ہے اس کو'' شڑک'' کہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ یہ بات آپ کی اس طرح تشریح کر سکتی ہے کہ وہ سارا پانی بادل نے پہاڑ پر گرایا ہے اس کا دریا بنا ہے اور اس نے بڑے پتھروں کو لڑھکایا ہے اور لنٹر کی دیواروں کو مارا ہے اور چھتوں کو زمین بوس کیا ہے اور یہ وہ بستی تھی کہ جس میں مسجد نہیں تھی اور مسجد بنانے کے لیے لوگ آتے بھی تھے تو وہ لوگ ان کے ساتھ تعاون نہیں کرتے تھے بلکہ میں نے سنا ہے کہ کسی دوسرے علاقے کا آدمی آیا ہے پیسے لیکر کہ ہم یہاں مسجد بنانا چاہتے ہیں تو وہ وہاں گم ہوا اور پھر ملا ہی نہیں. اور اس بستی میں فقط ایک تبلیغی ساتھی رہتا تھا اس کا کچا مکان تھا اور جس وقت رات کے دو بجے جب یہ سارا ہنگامہ کھڑا ہوا ہے تو یہ بابا جی جاگ رہا تھا اور نماز پڑھ رہا تھا اور جب باہر نکلا تو اس نے پانی کا ریلا دیکھا اور کہا؛ کہ باقی تو سارے پکے مکان ہیں اک میرا کچا مکان ہے باقی تو بچ گئے اور میں تو گیا ہی گیا. اب تو نہ بھاگ سکتے ہیں نہ اٹھ سکتے ہیں تو یہ آدمی کہتا ہے کہ اس ریلے نے پتھروں کو لڑھکایا اور باقی مکانوں کو گرایا اور ایک درخت کو گرایا، وہ درخت اس شخص کے مکان کے پاس بالکل عمودی گرا اور پیچھے بڑے بڑے پتھر لڑھک کر آئے اور اس کے ساتھ لگے تو اتنی دیر میں وہ دیوار بنی. عاد وثمود تو اس وقت تھے یہ اس وقت کی بات ایک گنہگار آدمی اس دور کا آپ کو سنا رہا ہے، عاد وثمود کی باتیں یہ نہیں ہیں کہ ،

"These are legends , they will never be repeated."

یہ ہمارے سی ایس پی آفیسرز ہوتے ہیں ناں، یہ کہتے ہیں کہ؛

"Oh, leave it yar , these are legends never repeated."

کہ یہ تو کہانیاں ہیں جو کبھی دہرائی نہیں جاتیں جو کبھی نہیں دہرائی جائیں گی، بات یاد رکھیں:

"These are not legends , "

never repeated کی بات ہے کہ یہ تو تیرے میرے سامنے دہرائی جائینگی اور دہرائی گئیں اور ہم نے ان کو دیکھا. ever repeated کی بات نہیں ہے،

تو بات ہوا کی طاقت کی کر رہے تھے، حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ زمین کو سکون ہوا، ڈولنا بند ہوا پہاڑوں کی وجہ سے، پھر پہاڑ سے زیادہ قوت لوہے کی، پھر لوہے سے زیادہ آگ کی قوت، آگ سے زیادہ پانی کی قوت اور پانی کی قوت سے زیادہ ہوا کی قوت، کہ ہوا سے بھی زیادہ قوت والا مومن کا عمل ہے کہ جب یہ

دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اس طریقہ سے کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے یہ ان سارے مظاہر قدرت سے زیادہ قوت والا عمل ہے. وہ ہوا پر بھاری ہے، پانی پر بھاری، لوہے پر بھاری ہے، اور پہاڑ پر بھاری ہے. اتنی اس کی قوت ہے اتنی اس کی تاثیر ہے اور اس کی اصلی قوت اور اصلی تاثیر تو آخرت میں ظاہر ہوگی بصورت جنت، بصورت عطائے جنت، بصورت لقائے ربّی، اور بصورت رضائے ربّی. تین نعمتیں ہیں، ہمارے مولانا صاحبؒ اس کو عطاء، لقاء، رضا کی شکل میں فرماتے تھے. سبحان اللہ ''مکتوباتِ صدی'' کتنی معرکتہ لا آرا کتاب ہے دنیائے تصوف کی، تو اس نے عطاء اور لقاء کو تو لکھا ہوا ہے لیکن اس ترتیب سے عطاء، لقاء، رضا نہیں لکھا ہوا، ہمارے حضرتؒ کی ایسی شان تھی اتنی ان کی گہری نظر تھی.

عمل کا اصلی نتیجہ تو آخرت میں ہے، عطاء، لقاء، رضا، کی شکل میں. ''عطاء'' یعنی جنت کی نعمتیں عطا ہونگی، قرآن پاک نے اعمال کے نتائج اور فوائد جو بیان کیے ہیں تو اس کی کوئی دو آیتیں سارے قرآن پاک میں ایسی ہیں کہ اس میں دنیا کے معاوضے کا تذکرہ ہوا ہے ورنہ سارا آخرت کا تذکرہ ہے، عمارتوں کا، سواریوں کا، کھانے پینے کا، شادیوں کا جو تذکرہ کرتے رہتے ہیں، باپ بیٹے کو کہتا ہے کہ کام نہیں کرتے تو ہم خاک تمھاری شادی کرینگے اور ہم اس کو سمجھاتے رہتے ہیں، اور دنیا کے سارے چرچے کر کے اور سارے تذکرے کر کے اس کو ہمت دلاتے ہیں یعنی اس کو inspire کرتے ہیں. قرآن پاک نے اعمال کا بدلہ دنیا میں آیت، **لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون**، ترجمہ، ''نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں'' کی صورت میں بیان کیا ہے. بیان القرآن

اور ایک دوسری آیت جو کہ سورہ نوح کی ہے کہ؛

''**فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ** قف اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۞ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۞ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۞''

ترجمہ:۔ ''اور میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمھارے مال اور اولاد میں ترقی دیگا اور تمھارے لیے باغ لگا دیگا اور تمھارے لیے نہریں بہا دیگا''

(بیان القرآن)

پہلی آیت میں جو معاوضہ بیان ہوا ہے وہ مادی نہیں ہے، معنوی اور روحانی ہے صرف دوسری آیت میں اعمال کے بدلے میں بارشوں کا برسنا اور دوسری چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ سارے قرآن میں اور

حدیث میں اعمال کے بدلے کا تذکرہ اگر آیا ہے تو آخرت کے حوالے سے، کہ وہاں کی نعمتوں، چیزوں، وہاں کے مکان، وہاں کی سواریاں، وہاں کی مجالس، وہاں کے باغات، وہاں کی نہریں، وہاں کی موسیقی اور وہاں کی عورتیں اور ان کا حسن و جمال اور ان چیزوں کا بیان ہوا ہوا ہے۔ اول تو اعمال کے نتائج وہاں مرتب ہو رہے ہیں لیکن ضمنی طور پر اس دنیا کے بارے میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً''

ترجمہ:۔ جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو تو ہم اس شخص کو با لطف زندگی دیں گے (بیان القرآن)

مردوں اور عورتوں میں سے جس نے بھی نیک عمل کیا اور وہ ایمان والا بھی ہوا تو ہم ضرور بالضرور اس کو حیاتِ طیبہ دینگے۔ اس میں حیات طیبہ کا تذکرہ آیا ہوا ہے یہ برزخ اور دنیا کی زندگی کا تذکرہ ہے آخرت کا اور آیتوں میں ہے کہ دنیا میں بھی اعمال کے اثرات و نتائج کے طور پر اس کو حیات طیبہ دینگے۔ اور حیات طیبہ کی تشریحات جو دوسری آیتوں نے کی ہے کہ اس کو غم اور خوف نہیں ہوگا، الا ان اولیاء اللہ لا **خوف علیھم و لا ھم یحزنون**، ترجمہ، یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں، بیان القرآن

ساری ترقیات، ساری کوششیں اور سارے مادی وسائل کے نتیجے میں آدمی یہ دو چیزیں چاہتا ہے کہ غم اور خوف سے نجات ملے، بڑی جائیداد، بڑا کاروبار، بڑی ملازمت، بڑی افسری، صدارت، وزارت اور یہ ساری چیزیں وغیرہ، بڑے بڑے لوگوں سے پوچھو تو غم اور خوف سے نجات پانے کے لیے ہی حاصل کی جاتی ہیں آپ پوچھیں کہ آپ سیاست میں کیوں جھک مارتے ہیں، تکالیف اٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا کریں، ہمارے کاروبار وغیرہ اتنے پھیلے ہوئے سلسلے ہیں کہ جب تک وزارت ہمارے پاس نہ ہو تو ان کی حفاظت نہیں ہو سکتی، کہ ان کو بچانے کے لیے، ان کو سنبھالنے کے لیے ہم یہ سب کچھ کرتے ہیں، سیاست کے ذریعے حفاظت اور پروٹیکشن لیتے ہیں۔ تو سارے وسائل کو انسان جمع کر کے کہتا ہے کہ اس کے غموں کا علاج ہو اور اس پر خوف نہ ہو، اور وہ معنوی نعمت جس کا واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو خاص دوست ہوتے ہیں ان پر نہ غم ہوتا ہے اور نہ خوف۔ ایسی زندگی اللہ تعالیٰ ان کو دیتا ہے، ایسی زندگی ان کو ملتی ہے کہ اس میں غم اور خوف سے ان کو نجات ہوتی ہے، بڑا بنگلہ ہے لیکن خوف ہے تو کیا فائدہ ہوا؟ بڑا عہدہ ہے لیکن غم ہے تو کیا فائدہ ہوا؟ ایوب میڈیکل کالج کے شعبہ سائیکاٹری (امراض نفسیات و ذہنی) کا جو سربراہ ہے یہ شاگرد ہے ہمارا۔ اس نے مجھے

ایک کہانی سنائی ، کہ میں کلینک میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ماڈرن عورت آ گئی علاج کے سلسلے میں، بیٹھتے ہی اس نے سگریٹ سلگایا اور کش لگانا شروع کر دیا،تو کہتے ہیں کہ وہ میرے پاس آئی تو ڈاکٹر احوال معلوم کرتا ہے تشخیص کے لیے، history لیتا ہے،توڈاکٹر نے احوالِ پوچھنے شروع کیے،اس سے کہا بی بی اپ سگریٹ نہ پییں ،تو وہ عورت بہت غصہ ہوئی اس نے انگریزی میں باتیں کرنا شروع کر دیں اور کہا،

Every body is saying that stop smoking,stop smoking,but no body has asked me that why I am smoking ?

ہر کوئی کہتا ہے کہ سگریٹ پینا بند کر دو، لیکن کوئی نہیں پوچھتا ہے کہ میں کیوں سگریٹ پیتی ہوں؟ تو میں نے پوچھا کہ بتائیں آپ کیوں سگریٹ پیتی ہیں؟ وہ جس آدمی کی بیوی تھی اس کا کلینک کے سامنے پورا ایک محل نما گھر تھا.کسی علاقے کا نواب تھا اور کیمرج یونیورسٹی سے پڑھی ہوئی عورت تھی یہ.اور وہ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ اس عورت نے اس طرح کہا کہ، **I have been living for the last thirty years in this jail .**

کہ میں اس جیل میں گذشتہ تیس سالوں سے رہ رہی ہوں، کہ اس نواب کی بیوی، اس نواب کا محل اور سارے وسائل واسباب، سب راحتوں وخوشیوں کے سامان اور اس میں رہنے والی عورت اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ میں تیس سالوں سے اس جیل میں رہ رہی ہوں گویا اندر زندگی جو اس کی ہے وہ جیل ہے، دکھ ہے، غم ہے، اندوہ ہے تو میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ اعمال کا آخری نتیجہ تو آخرت میں ہونا ہے لیکن ضمنی طور پر اس کا اثر، پرتو اور عکس دنیا کی اس زندگی پر آتا ہے.اور دنیا کی زندگی کے بارے میں کہا ہوا ہے کہ حیات طیبہ دیں گے، اگر مالدار ہوں گے تو خوش ہوں گے، اگر غریب ہوں گے تو خوش ہوں گے، صدر و وزیر ہوں گے تو اطمینان میں ہوں گے اور اگر فقیر ہوں گے تو اطمینان میں ہوں گے، وہ اطمینان، راحت و عافیت، غم سے نجات اور دکھ و پریشانی سے نجات، یہ ضرور تمھیں دیں گے.

میں کسی انگریز دانش ور کی کتاب پڑھ رہا تھا اس میں عجیب بات لکھی ہوئی تھی اس طرح ہوا کہ ایک آدمی جنگل آیا ہوا تھا کہ لکڑیاں کاٹ کر گھٹڑا بنائے اور اس کو لے جا کر ہفتہ دو ہفتے کے لیے جلانے کا بندوبست ہو جائے، انگریزوں نے اسلحہ کے زور سے اس علاقے پر قبضہ کیا ہوا تھا اور جو غریب غرباء رہ گئے تھے وہ اس طرح محنت مزدوری کر کے وقت گذار رہے تھے انگریز اب وہاں کام کرنا چاہتے تھے کہ وہاں کی لکڑی کاٹ کر

حاصل کریں اوراس کو بیچیں، تو ایک انگریز سرمایہ دار وہاں گیا تو یہ آدمی لکڑیاں کاٹ کر پتھر پر لیٹا ہوا تھا، تو اس سے پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ لیٹا ہوا آرام کر رہا ہوں کہ گھر سے آیا ہوں کچھ لکڑیاں کاٹنے اور پھر ان کو گھر لے جاؤں گا، تو اس انگریز نے کہا کہ تم تو بڑے ناسمجھ آدمی ہو، آؤ میرے ساتھ ٹمبر کے کاروبار میں کام کرو، تو اس شخص نے کہا کہ پھر کیا ہو جائے گا؟ تو انگریز نے جواب دیا کہ ہم درختوں کو گرائیں گے اس کی لکڑیاں بنائیں گیا ور یہ کریں گے اور وہ کریں گیا ور پھر فروخت کر کے پیسے آئینگے اور پھر یہ اور وہ ہوگا اور یوں ساری باتیں بیان کر لیں تو دیہاتی آدمی نے کہا کہ پھر کیا ہوگا ؟ تو انگریز نے کہا کہ پھر ساری سہولتیں مل جائیں گی ، تو دیہاتی بولا ، پھر کیا ہوگا؟ تو انگریز نے کہا کہ پھر ہم آرام کریں گے، تو دیہاتی نے جواب دیا کہ، What am I doing now ? کہ اب میں کیا کر رہا ہوں؟

آرام ہی تو کر رہا ہوں، مزے ہی میں تو ہوں، لطف ہی اٹھا رہا ہوں، جبکہ تو اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد ،اتنی لکڑیاں گھسیٹنے کے بعد مجھ سے آرام کروانا چاہتا ہے تو وہ میں اب بھی کر رہا ہوں. دوسرا قصہ اس نے بڑا عجیب لکھا ہوا ہے. کہ ایک انگریز سرمایہ دار سمندر کے کنارے گیا تو اس نے دیکھا کہ مچھیرا آیا ہوا ہے اور اس نے کنڈی ڈالی ہوئی ہے اور مچھلیاں پکڑ رہا ہے، تو اس نے کہا کہ تو کیا کر رہا ہے؟ مچھیرے نے کہا کہ میں آیا ہوں گھر کے سالن کے لیے گھنٹہ آدھ گھنٹہ یہاں کنڈی ڈالتا ہوں تا کہ مچھلیاں پکڑ کر تھوڑی سی لے جاؤں اور رات کو پکائیں گے تو اس شخص نے مچھیرے سے کہا کہ تو بڑا ناسمجھ ہے، تو مچھیرے نے کہا کہ میں کیا کروں؟ تو اس شخص نے کہا کہ میرے ساتھ کام کرو کہ میرا مچھلیاں پکڑنے کا ایک ٹرالر ہے، ٹرالر میں مچھلیاں پکڑنے ، کاٹنے اور deep freeze کرنے کا بندوبست ہوتا ہے سرمایہ دار نے کہا اس طرح بڑے پیمانے پر مچھلیاں فروخت کریں گے، تو مچھیرے نے پوچھا پھر کیا ہوگا؟ اس نے کہا، کہ ان ساری باتوں کے بعد پھر تم

That then off and on you will be coming to sea and catching the fish just for the sake of game.

کہ دل کو خوش کرنے کے لیے تم کبھی کبھار آؤ گے سمندر کی طرف اور مچھلیاں پکڑو گے. تو مچھیرے نے جواب میں کہا کہ What I am doing now? کہ اب میں کیا کر رہا ہوں؟ کہ تھوڑی دیر کے لیے آیا ہوں، سیر سپاٹا کیا اور تھوڑی سی مچھلیاں پکڑ کر لے جاتا ہوں کہ وہ کام اب بھی کر رہا ہوں کہ جس کو تو اتنے پاپڑ

بیلنے کے بعد مجھ سے کروا رہا ہے. یاد رکھیں کہ میں اس واقعے کو زندگی میں تعطل پیدا کرنے کے لیے نہیں سنا رہا ہوں کہ آپ معطل ہو جائیں مسلمان کی یہ شان نہیں ہے یہ تو انگریزوں کا ناپختہ فلسفہ، ایک کچا اور بودا مضمون تھا جو کہ میں نے آپ کو سنا دیا....... کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب کھیت میں ہوتے تھے، زمیندار تھے، ایک ہزار غلام تھے، سندھ میں، میں نے سفر کیا ہے سندھ کے ایک وڈیرے کی تیس میل زمین ہے، جریب و کنال نہیں، تیس میل کہ جس میں پانچ ریلوے سٹیشن آتے ہیں، تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ایک ہزار غلام کھیتوں میں کام کرنے والے، اتنے کارکن تو اس وڈیرے کے نہیں ہوں گے اگر ایک غلام کی قیمت مثال کے طور پر دس ہزار درہم لگاؤ تو دس ہزار درہم کے ڈھائی ہزار تولے چاندی بن گئی اور اگر چاندی سو روپے فی تولہ ہو تو ایک غلام کی قیمت ڈھائی لاکھ روپے بنتے ہیں تو ایک ہزار غلاموں کی ملکیت کا اندازہ لگائیں جو کہ صرف کھیتوں میں کام کرتے تھے .دوپہر تک کھیتوں میں کام کرتے تھے تو دیکھنے والا آدمی یوں سمجھتا تھا کہ گویا یہ شخص اتنا پکا دنیا دار ہے کہ دین کے ساتھ، آخرت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے، کہ وہاں سے جب آجاتے تھے اور آدھا دن کام کا مکمل ہو جاتا تھا اور دین کے شعبے پر آجاتے تھے تو پھر دیکھنے والے آدمی سمجھتے تھے کہ اس آدمی کو دنیا کی کچھ سمجھ ہی نہیں، کچھ ہوش ہی نہیں، اس کا دنیا کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں. کہ مومن محنت کرتا ہے، مجاہدہ کرتا ہے، کوشش کرتا ہے، اس کی اپنی اپنی نیت ہے، آپ پیسہ کمانے میں جہاد کی نیت کر سکتے ہیں یہ جہادی تنظیمیں اگر ایسا بیان کریں تو ہمارا مذاق اڑایا کرتی ہیں میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ آپ کا علم ابھی ناپختہ ہے ہم بھی کوئی پختہ نہیں ہیں مجھے اس بات کا کوئی دعویٰ نہیں ہے، لیکن مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں نے ایسے لوگوں کے ساتھ وقت گزارا ہے جو کہ بہت پختہ تھے اور علم کے پہاڑ تھے، جس بات کو میں کہہ رہا ہوں پاکستان و ہندوستان کی مایہ ناز شخصیت حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کی بات ہے، آپ جہاد کی نیت کر سکتے ہیں اپنے کاروبار میں ،کمائی میں، کہ ہمارا جو پیسہ آئے گا یہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کے دین کی فروغ کے لیے جہاں جہاں جہاد ہو رہا ہے اور جہاں جہاں دین کے پھیلاؤ کی کوششیں ہونگیں وہاں تک پہنچائیں گے تو آپ کی جہاد کی نیت ہو گئی اس کے بعد صدقہ و خیرات کا عمل ہے اس کی آپ نے نیت کی تو صدقہ و خیرات کی نیت آپکی ہو گئی ۔ اچھا میں ایک سوال کرتا ہوں کہ سب سے زیادہ کس پیسے کا ثواب ہے؟ کونسا وہ خرچہ ہے کہ جس کا سب سے زیادہ ثواب ہے؟ کسی کے دل میں خیال آئے گا کہ دارالعلوم کو چندہ دیا جائے، کسی کے دل میں خیال آئے گا کہ جہاد میں چندہ دینے کا ثواب سب سے زیادہ ہے، حالانکہ سب سے زیادہ ثواب جو ہے وہ اپنے بال بچوں کے ضروری

نان نفقہ کا ہے، تعش نہیں، صرف ضرورت وسہولت .زندگی کے تین درجے ہیں، ضرورت، سہولت، اور تعش. ضرورت۔ضرر سے ہے اس کو نہ پورا کرنے سے آدمی کو ضرر ہوتا ہے، آدمی کو تکلیف ہوتی ہے، آدمی کو نقصان ہوتا ہے۔اور سہولت۔کہ آدمی کی ضرورت آسانی سے پوری ہوگئ تکلیف نہیں ہورہی.اور تعش یہ ہے کہ ایسی چیز میں آدمی پڑ گیا کہ جس کا اس کو کوئ فایدہ نہیں ہے اور خواہ مخواہ وسائل ضائع کررہا ہے تو آپ ضرورت وسہولت کے لیے اپنے بال بچوں کو جو نفقہ دیتے ہیں سب سے زیادہ ثواب، اخراجات میں سے اس کا ہے.احیاء العلوم میں حضرت عمر فاروقؓ کا قول لکھا ہوا ہے کہ جس وقت میں گھر والوں کے لیے سودا وغیرہ خریدنے بازار میں گیا ہوا ہوتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ میری موت اس وقت آئے کیونکہ اتنے فضیلت والے عمل میں موت بہت اچھی حالت کی موت ہے کبھی آپ نے نیت کی اس نیکی کو حاصل کرنے کی جب سودا لینے جارہے ہو جس کا اتنا اجر وثواب ہے، الطاف صاحب آپ نے کبھی کی ہے(تو جواب میں الطاف صاحب نے کہا کہ جب سے آپ کا بیان اس بارے میں سنا ہے تب سے کی ہے، جس پر حاجی صاحب نے فرمایا الحمدللہ)الطاف صاحب کہتے ہیں کہ جب سے احیاء العلوم میں اس کے بارے میں پڑھا ہے تو اس کے بعد جب سودا لانے کے لیے جاتا ہوں تو اس کی میں نیت کرتا ہوں کہ یہ وہ اجر وثواب والا عمل میں کررہا ہوں کہ اس پر اتنا اجر وثواب ملنا ہے جس کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ نے یہ فرمایا تھا، تو ہمارے ہاں تعطل نہیں ہے یہ انگریزوں کا فلسفہ ہے جو ناقص ہے اور ناپختہ ہے.خواہ وہ روسٹو ہے یا والٹیر یا فرائیڈ وغیرہ ہے سب کے فلسفے ناپختہ اور اپنی اپنی جگہ پر بودھے ہیں اگر ان پر تھوڑا سا دانشورانہ اعتراض کیا جائے تو انکے پاس کوئ جواب نہیں ہوتا، بفضلہٖ تعالیٰ وہ فلسفہ جس نے چودہ سو سال سے باطل کو شکست دی ہے اور دے رہا ہے اور جس کا جواب کوئ نہیں لا سکا وہ قرآن ہے تو خیر عرض یہ ہے کہ حیات طیبہ اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا میں دیتا ہے اعمال کے نتائج میں.تو اس لیے میرے بھائ یہ جو ساری بحث اور سارے دلچسپی کے مضامین میں نے آپ کے لیے بیان کیۓ ہیں اس سے ایک بات میں بیان کرنا چاہتا ہوں، اپنے آپ کو بھی سنانے کے لیے، آپ سے بھی عرض کرنے کے لیے، وہ یہ ہے کہ سب سے اہم چیز اس دنیا میں انسان کا عمل ہے لہذا اس بات کی نیت کریں کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے میرا عمل ضائع نہ ہو، میرا عمل خراب نہ ہو، گاڑی ٹوٹ گئ تو جڑ جائے گی دوسری مل جائے گی مکان گر گیا دوسرا مل جائے گا، نوکری چلی گئ تو پھر بندوبست ہو جائے گا قسمت کی روزی مل کر رہے گی اگر ساری فصل پر ژالہ باری ہوگئ کچھ بھی نہ رہا تو پھر بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی لیکن عمل ضائع ہوگیا تو پھر اس کا کوئی مداوا، اس کا پھر کوئ

علاج نہیں ہوسکتا تو لہٰذا زندگی گزارنے کے لیے یہ نیت کرنی ہوتی ہے کہ ہم تو یہاں پر اللہ کے احکامات کو پورا کرنے کے لیے، حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے طریقوں کو پورا کرنے کے لیے اور اعمال صالحہ کو حاصل کرنے کے لیے اس زندگی کو گزاریں گے اور یہ وہ بنیاد ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ آپ کی دنیا کو بھی بنائے گا. اور دنیا میں بقدرِ ضرورت لگے گیں اب دنیا میں بھی لگنے کی نیتیں ہیں کہ ایک آدمی صبح جاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ کل کے کاروبار میں یہ یہ جھوٹ مجھ سے نہیں ہوسکا تھا اور یہ یہ دھوکہ میں نے نہیں کیا اور ساری رات سوچتا ہے اس بات پر کہ آج میں وہاں جا کر یہ یہ ترتیبیں اختیار کروں گا اور ایسے ایسے طریقے سے لوگوں کو پھانسوں گا ایسے ایسے گھیروں گا. یہ بات میں آپ کو صاف کہہ دوں کہ پیسے کما کر اس پر حج پر جانا یہ آسان ہے لیکن پیسے کمانے میں سچ بولنا یہ مشکل ہے جو کاروباری لوگ بیٹھے ہوے ہیں اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر میری بات کو سنیں اور آج جو کر کے آے ہو اور اس ہفتہ میں کر کے آے ہو اور کل کرنے کی نیت رکھے ہوے ہو اس پر ذرا نگاہ ڈالو تو ہر ایک آدمی اپنے آپ کو معلوم کرلے گا. اور دوسرا آدمی جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے روزی کمانے کا، کہ **کسب الحلال فریضة بعد الفریضة**، اپنے لیے حلال روزی کمانا یہ فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے، تو شریعت میں تو بہت رحم ہے کہ ایک آدمی کے بال بچے بھوکے ہیں تو اس کو فرض نماز پڑھ کر فوراً نوافل کو چھوڑ کر باقی سب چیزوں کو چھوڑ کر ان کی روزی کمانے کے پیچھے جانا چاہیئے اور اگر اس کو ایسی مجبوری کے حالات آگیٔے کہ جب روزی کمانے کے لیے جاتا ہے تو اس کو جماعت نصیب نہیں ہوتی ہے تو اگر یہ وہاں پر بھی وضو کرے اور اذان دے، چاہے کھیت میں گیا ہو اور نماز وہاں اکیلے پڑھی تو اس کو پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا جبکہ جماعت کے ساتھ پچیس سے ستائیس تک کا ثواب آیا ہوا ہے، اور لکڑیاں کاٹنے کے لیے جنگل کو گیا ہے جہاں کوئی نہیں، تو اس نے اذان دی اور اکیلے نماز پڑھی تو اس کو پچاس نماروں کا ثواب ملے گا. شریعت تو رحمت ہی رحمت ہے، سبحان اللہ کہ نیت کے ساتھ آدمی دنیا کو دین بنا دیتا ہے، اور نیت خراب کرنے سے آدمی نے دین کو دنیا بنایا ہوا ہوتا ہے اور اپنے دین کو ضائع کرلیتا ہے اور اپنی آخرت کو تباہ کیا ہوا ہوتا ہے محض نیت کے بدلنے سے. ایک جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرتا ہے، لیکن خدمت خلق کی نیت سے جاتا ہے وہاں سچ بولنے کے لیے جاتا ہے انسانوں کو سکھ پہنچانے کے لیے جاتا ہے اس لیے کہا ہے کہ بروز قیامت سچا تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا، ایک دفعہ میری مولانا بجلی گھر صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان کے پاس کافی ساری معلومات تھیں تو انھوں نے کئی باتیں مجھے سنائیں اس میں انھوں نے ایک یہ بات سنائی، انھوں نے کہا کہ یہاں ایک سیٹھی

کریم بخش صاحب تھے یہ وہ آدمی ہیں کہ اسلامیہ کالج کی خوبصورت مسجد تو آپ دیکھتے ہیں انھوں نے بنائی ہے ایک کتاب جس کا نام ماہ منیر ہے، پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی سوانح عمری ہے جو کہ کسی مرید نے لکھی ہے اس میں یہ واقعہ لکھا ہوا ہے کہ انگریزوں نے پشاور کے سارے تاجروں و سرمایہ داروں کو کہا کہ چندہ لاؤ کہ ہم یہاں کالج بنانا چاہتے ہیں تو کریم بخش سیٹھی صاحبؒ نے خط لکھا پیر صاحب کو کہ حضرت؛ انگریز یہاں چندہ مانگ رہا ہے اور اگر چندہ نہیں دیتا ہوں تو یہاں پشاور کا بڑا کاروباری ہوں، یہاں وقت کیسے گزاروں گا اور اگر چندہ دیتا ہوں تو انگریز انگریزی تعلیم کا ادارہ بنانا چاہتا ہے جس سے وہ گمراہی پھیلائے گا اور اپنے ایجنٹ تیار کرے گا ،تو میں کیا کروں؟ تو پیر صاحب نے جواب میں لکھا ہے کہ میں دعا کرتا ہوں اور آپ سوچتے رہیے اللہ تعالیٰ کوئی بہتری کی صورت نکالے گا اب خط آیا تو انھوں نے غور کیا، یہاں تک کہ دل میں بات آگئی ،تو انھوں نے کہا کہ کالج آپ بنا دیں مسجد آپ کے لیے میں بنا دیتا ہوں تو یہ مسجد انھوں نے بنائی ہے.دوسرا واقعہ یہ ہے کہ اس کا (مسجد کا) جب سنگِ بنیاد رکھا جا رہا تھا تو مشورہ میں یہ طے ہوا کہ اس کے سنگِ بنیاد کے لیے حاجی فضلِ واحد ترنگزئی صاحبؒ کو بلایا جائے تا کہ وہ یہ دیکھیں کہ انگریز مسجدیں بنا رہا ہے، دارلعلوم بنا رہا ہے اسلامیہ کالج پر جا کر دیکھیں ابھی بھی فوارے کے سامنے جو لکھا ہوا ہے دارلعلومِ اسلامیہ، اسلامیہ کالج پشاور نہیں لکھا ہوا، تو انھوں نے کہا جب یہ دیکھے گا کہ انگریز مسجدیں بنا رہا ہے اور دارلعلوم بنا رہا ہے تو متاثر ہوگا. اس مسجد کا سنگ بنیاد حاجی فضل واحد صاحبؒ نے رکھا ہے تو بات جو میں آپ کو بیان کر رہا ہوں یہ میں نے آج سے کوئی تیس سال پہلے ایک اسی سالہ بوڑھے سے سنی ہے اور وہ غریب آباد کا رہنے والا تھا تو اس بوڑھے نے کہا کہ سنگ بنیاد کے واقعے میں میں تھا کہتے ہیں کہ حاجی صاحبؒ اپنے گھوڑوں پر آئے اور سنگ بنیاد رکھنے کے لیے اترے تو انگریز گورنر آیا تو حاجی صاحبؒ نے کہا کہ ''دا شین ستر گے ثوک دے'' کہ یہ سبز انکھوں والا کون ہے؟ تو کسی نے کہا کہ ''دا انگریز گورنر دے'' کہ یہ انگریز گورنر ہے، تو حاجی صاحبؒ نے کہا کہ ''زہ د دے شکل کتل نہ غواڑم'' کہ میں اس کا منہ دیکھنا نہیں چاہتا، تو اس کی طرف پیٹھ کی اور سنگ بنیاد رکھا اور روانہ ہوگئے جب یونیورسٹی ٹاؤن چوک کے قریب ہوے تو انھوں نے کہا کہ ''سمہ ملا نور شیخان روستو پرے دہ او تہ ما سرہ راز ہ'' کہ سمہ علاقے کے مولوی آپ میرے ساتھ آیئے اور باقیوں کو پیچھے چھوڑ دی جئے ،تو وہ جانباز لوگ تھے اس نے گھوڑا دوڑایا ،تو یہ دو گھوڑے آگے ہوگئے اور پیچھے جو تیس یا چالیس مجاہدین تھے وہ اسی طرح اپنا گروپ بنائے چل رہے تھے جب تہکال پایان تک پہنچے تو انگریزوں نے گھیرا ڈال دیا گرفتاری کے لیے، دیکھا تو حاجی

صاحبؒ ساتھ نہیں تھے، وہ اللہ کی شان کہ حاجی صاحبؒ کو کشف ہوگیا اور وہ پہلے سے نکل گئے اور باقی مجاہدین کی گرفتاری کا کوئی فائدہ نہیں تھا اور حاجی صاحبؒ ان کی ہاتھوں سے نکل گئے، تہکال پایان میں سنڈا کے ملاّ صاحب نے اسلامیہ کالج کے مقابلہ میں دارلعلوم ومسجد بنائی جوکہ اب بھی ہے کہ اگر انگریز اپنا مرکز بنا رہا ہے تو اس کے مقابلے میں ہم بھی اپنا مرکز بنائیں گے تو خیر میں آپ کو تاجر الصدوق یعنی سچا تاجر کیسا ہوتا ہے، اس کا قصہ سنا رہا تھا تو مولانا بجلی گھر صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب، ''قصہ درتہ کوم، چہ دا سیٹھی کریم بخش دمرگ نہ اتلس کالہ پس قبر اسھڑ لے شوئ، صحیح سالم پروت ووُاود غسل او بہ ور باندے وے،'' کہ اس کی وفات کے اٹھارہ سال بعد قبر کھولی تھی بالکل صحیح سالم پڑا ہوا تھا اور ان کے نہانے کا پانی بھی پڑا ہوا تھا۔ ایک رحمٰن باباؒ کی قبر کا واقعہ بتایا کہ وہ بھی صحیح سالم پڑے ہوے تھے، تو سمیع اللہ مولوی صاحب نے جب یہ واقعہ سنا تو اس نے کہا کہ رحمٰن باباؒ کے دیوان میں ایک شعر ہے،

امانت بہ دلحد پہ میان کے پروت وی

ھر چہ اوسی امانت پہ دادنیا

کہ قیامت تک امانت پڑا ہوا ہوگا کہ جس نے امانت (تقویٰ) کی زندگی اس دنیا میں گذاری. یہ باتیں بڑا مزہ دیتی ہیں اور مزہ بھی ان کا بہت ہے اور بندہ کہتا ہے کہ حاصل ہوجائیں، لیکن حاصل کیسے ہوں؟ ابھی ایک آدمی اٹھ رہا تھا دل میں کہہ رہا تھا کہ news خبروں کا وقت گزر رہا ہے اور یہ لگا ہوا ہے اور اس کا بیان ابھی ختم نہیں ہوا، تیسرا کہتا ہے کہ ان پڑھ لگا ہوا ہے اس کو کیا پتہ کہ ڈرامہ کیا ہوتا ہے؟ اس کا کتنا مزہ ہوتا ہے کہ اس ان پڑھ کو کیا پتہ کہ ڈرامے کا theme کیا ہوتا ہے؟ ڈرامے کا plot کیا ہوتا ہے؟ اس کا نظریہ کیا ہوتا ہے؟ اِس کو اس مزے کا کیا پتہ ہے؟ اور میں نے جا کر وہ دیکھنا ہے، سبحان اللہ تو اس کے لیے آدمی کو داخلہ لینا ہوتا ہے، ڈاکٹر اس وقت بنتا ہے جب میڈیکل کالج میں داخلہ لیتا ہے اور پانچ سال کی انتھک محنت کرتا ہے اور جھٹکے لگتے ہیں اس کے بعد بنتا ہے، اس ماحول میں رہتا ہے ان لوگوں کی مانتا ہے، اس دن مجھے پرنسپل صاحب نے بلایا کہ آپ نے حاضری کی shortage کی لسٹ بھیجی ہے تو ان لوگوں کو امتحان میں نہیں چھوڑ رہے ہو، تو میں نے کہا کہ نہیں چھوڑ رہا ہوں، اس سے میں نے کہا کہ یہ جو پچاس فیصد سے حاضری جس کی کم ہوتی ہے وہ کبھی بھی پاس نہیں ہوا کرتا، الا ماشاء اللہ rarely کوئی ہوجائے، کہ بطور استاد میرا یہ تجربہ ہے اور جس کی چالیس فیصد سے کم ہوتی ہیں وہ پھر اس سال پاس نہیں ہوا کرتا بلکہ وہ دوسرے سال پاس ہوا کرتا ہے، تو

مان کر چلنا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اصلاح کے لیے نظام بنایا ہے آج ہمارے حافظ صاحب نہیں ہیں کہ وہ اس آیت کو پڑھتا تو میں اس کی تفصیل سناتا کہ اس میں تربیت کا نظام اور پھر بیعت ہونے کی ترغیب ہے اس میں، اور اس پر پابند رہنے کا کیا فائدہ ہے اور اس کی پابندی ٹوٹنے کا کیا نقصان ہے، سارا تذکرہ ہے اس میں، تو اصلاح کے نظام میں آنا ہوتا ہے اور ساتھی ڈھونڈنے ہوتے ہیں ان کے ساتھ چلنا ہوتا ہے، وہ جب چڑیوں کے بچوں کی پرورش مکمل ہوتی ہے اور جب دیکھ لیتی ہے کہ ان کے پر مکمل ہوگئے اور گھونسلے میں بیٹھا ہوا ہے تو چونچ سے دھکیل کر اس کو نیچے گرادیتی ہے جب بچہ گرتا ہے تو خود بخود اس کے پر کھلتے ہیں، تو چڑیا پہلے آکر کندھوں سے اس کو سہارا دیتی ہے، پر ہلا ہلا کر اس کو سکھاتی ہے کہ اس کو ایسے ایسے کرنا ہے، تو پھر وہ بچہ پر ہلاتا ہے اور اس کو اندازہ ہوتا ہے کہ جب میں پر ہلاتا ہوں تو میں گر نہیں رہا ہوتا بلکہ اوپر کی طرف پرواز کر رہا ہوتا ہوں اوپر چڑھ رہا ہوں پھر جب وہ زیادہ دیر تک نہیں اڑسکتا، وہ آہستہ آہستہ سے آکر ایک شاخ پر بیٹھ جاتی ہے وہ بچہ بھی آہستہ سے آکر ایک شاخ پر بیٹھ جاتا ہے پھر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پھر پروں کو پھڑپھڑاتی ہے اور اڑ جاتی ہے اور ایسے کرتے کرتے اس بچے کو اڑنا سکھا دیتی ہے اور پھر جب اس کو اڑنا، اپنے لیے کیڑا خوراک کے لیے ڈھونڈنا اور اس کو چونچ میں پکڑنا، آجاتا ہے تو پھر یہ مطمئن ہوجاتی ہے، تو ایسے ہی سیکھنا ہوتا ہے۔ بیعت کے جو سلاسل ہوتے ہیں اس میں تربیت کرنے والے مشائخ ساری تکالیف مریدوں کے ساتھ سہتے ہیں کسی فقیر کے معدے میں خون نکلا تو ساتھیوں سے کہا کہ فلاں آدمی جو سامنے بیٹھا ہوا تھا اور تیس سال سے سلسلے میں تھا مگر شکل انگریز کی لیکر بیٹھا ہوا تھا آج اس پر میں نے توجہ کی تو اس سے میری اپنی رگ اندر پھوٹ گئی اس پر جب زور لگایا تو اس سے خون نکلا ہے، تو یہ رحمت وشفقت کی چیزیں ہوتی ہیں جسے دینے والا عطا کرتا ہے اور دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کو تقسیم کرنے پر لگایا ہے کوشش کرنے کے لیے حکم دیا، کوشش کرتے ہیں محنت کرتے ہیں اور سیکھنے والا آگے بڑھتا ہے اور وہ بھی محنت کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ یہ دولت عطا فرماتا ہے جس دولت کا جواب نہیں زمین وآسمان، سبحان اللہ کہ جنت اور جنت کی نعمتیں یہ ساری نماز اور تیرے عمل کا بدلہ نہیں ہیں یہ تو اس پر انعام ہیں اس کا بدلہ تو خود ذاتِ ذوالجلال ہے کہ جس وقت آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا اپنے دیدار کے بعد اور جب دیدار بھی ہوجائیگا تو اس کے بعد جس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ اب میں تم سے راضی ہوگیا تو یہ وہ خوشی ہوگی کہ ساری جنت کہ نعمتیں اور حور وقصور کا حسن وجمال اور ساری کی ساری چیزیں اس کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، اس

سے اتنی خوشی ہوگی اوراس کا آدمی کو اتنا لطف آئیگا کہ اس کا اندازہ نہیں ،تو اس کی نیت کریں اوراس کی طرف آئیں ، بڑھیں اوراس کو حاصل کریں ،ایک دو دن میں بات حاصل نہیں ہوا کرتی ،ہم سکول میں نویں یا دسویں میں پڑھتے تھے تو ہمارے ڈرل ماسٹر صاحب فوج کے ریٹائرڈ حولدار تھے کہ ایک دن ہمارے ڈرل ماسٹر صاحب کو ایک چیز کی ٹریننگ کے لیے لے گئے اور وہ جمناسٹک تھی اب وہ ماسٹر صاحب کوئی ڈیڑھ مہینہ نہیں آیا ،خیر جب آگیا تو اپنے ساتھ گدیلے اور پتہ نہیں کیا کیا چیزیں لیکر آیا ،اور پھر لوگوں کو سکھایا چھلانگیں لگانا اور قلابازیاں کھانا ، بڑا مزہ آتا ہے لوگوں کو ،تو اس ڈرل ماسٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ نے اتنا عرصہ کیوں لگایا ہے ،تو اس نے بتایا کہ چالیس دن تو ہمیں دوڑاتے رہے کہ چالیس دن دوڑنے کے بعد آپ کے پٹھے اور جوڑ فٹ ہونگے جمناسٹک کے لیے ، ورنہ اس کے بغیر ہڈیوں کے ٹوٹنے کا ، جوڑوں کے خراب ہونے اور پٹھوں کے بے جگہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے ، کہتے ہیں کہ چالیس دن تک ہم کو دوڑاتے رہے اس سے پٹھے نرم ہوئے بدن درست ہوا اس کے بعد انھوں نے ہمیں جمناسٹک کرائی تو یہ ایک قلابازی لگانے کا فن ہے اور جو چیز روح میں داخل کرائی جاتی ہے اندر تک اس میں جب اللہ تعالیٰ کا تعلق داخل کیا جاتا ہے تو اس کے لیے بھی کوشش ہے ،تو اس کو حاصل کرنے کی نیت کریں اور دنیا کی مختصر زندگی ہے اس کو ضائع ہونے سے بچائیں ، برف کی ڈلی ہے پگھل جائے گی ،موت سے پہلے پہلے کچھ حاصل ہو جائے ، کچھ حاصل کرلیں ،اور جس دنیا کو ہم اور آپ پیارا سمجھتے ہیں وہ بھی بنتی ہے اور بہت بنتی ہے باقیوں سے زیادہ اچھا رکھتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ.

اصلاحِ نفس جو کہ ہمارا کتابچہ ہے اس کو پڑھیں کہ کیسے زندگی کو کامیاب بنانا چاہیئے آخرت کے لحاظ سے اور دنیا کے لحاظ سے ،اور ہماری ہفتہ وار مجالس جو کہ مختلف دنوں کو ہوتی ہیں ،ان میں آدمی شرکت کرے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے ، کہ بندہ کچھ اپنے جان پر بھی ، اپنے بدن پر بھی ترس کھائے ، کہ گاڑی جب دو ہزار کلومیٹر چلتی ہے اور آپ کو کندھے پر اٹھا کر پھراتی رہتی ہے وہ اس کے بعد کہتی ہے ،اب مجھے لے جاؤ اور میرا تیل بدلواور کچھ میری صفائی کراؤ اور میری ساری چیزیں ذرا صاف کرو تو پھر دو ہزار میل تک میں آپ کی خدمت کرتی رہونگی لیکن اگر دو ہزار میل کے بعد آپ نے مجھے آدھا دن بھی نہ دیا تو اگلے دو ہزار میل کے لیے میں آپ کے قابل نہیں ہوں ،تو ایسے یہ بدن جس نے آخرت میں جانا ہے اس پر بھی کچھ ترس کھانا چاہئے ،تو اس کے لیے ہمت کریں.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن کا فنی، علمی اور اصلاحی پہلو

الطاف حسین

قرآن مجید جو ہدایت کی کتاب ہے یہ ہدایت کے اصولوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور رہتی دنیا کے لیے اصلاح و رہنمائی کا سامان بہم پہنچاتا رہیگا. تاہم قرآن مجید کے مقاصد اور اس کے سمجھنے میں عام کوتاہی برتی جا رہی ہے. کچھ لوگ نرے الفاظ پر اکتفا کر کے بیٹھ گیے اور کچھ لوگوں نے اس کی فنی اور ظاہری علمی پہلو کی طرف خوب زور کیا اور ہر طرح کی تحقیق میں مشغول ہو گیے یعنی قرآن مجید کے ظاہر کو تو لے لیا اور جو ان سے مقصود تھا اس کی طرف التفات تک نہیں کیا اور نہ سمجھنے کی کوشش اور تدبیر اختیار کی کہ ہدایت کیا ہے، قراان مجید سے مقصود کیا ہے اور پھر اس کے حصول کا طریقہ کیا ہے یعنی قرآن مجید کا اصلاحی پہلو کیا ہے. تاھم اللہ جل شانہ کا احسان عظیم اور فضل خاص ہوا کہ قرآن کے الفاظ پر بھی اجر و ثواب مرتب فرمایا. اس کے پڑھنے کو باطن کی صفائی اور نورانیت میں خاص دخل ہے. لیکن پورا فائدہ تو تب حاصل ہوتا ہے کہ اس کے مقاصد و مطالب کو سمجھ کر اس کے حصول کے طریقوں کو اپنا کر ظاہری و باطنی اعمال کو سیکھا جائے اور عملی زندگی میں برتا جاے، یعنی اس کی آیات میں تدبر کیا جائے حضرت تھانویؒ نے اپنے وعظ میں اس بات کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے حضرتؒ فرماتے ہیں ”جیسے قرآن مجید میں ہے کہ لِیَدَّ بَرُّوا اٰیَاتِہٖ بہت سے لوگ ہیں جو قرآن مجید کے الفاظ کو پڑھتے ہیں معانی کو جانتے ہیں اور بعض اھلِ علم بھی ہیں مگر تدبر نہیں کرتے، لفظی تحقیق تو لمبی چوڑی کریں گے لیکن اس کی حقیقت کی طرف توجہ نہیں کرتے، مثلاً قَد اَفلَحَ مَن تَزَکّٰی میں قد حرفِ تحقیق ہے اور افلح ماضی کا صیغہ اور من اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر فاعل ہے یہ قرآن مجید کا فنی اور ظاہری علمی بحث ہے، یہ ساری لمبی چوڑی تحقیق کرلیں گے مگر اللہ تعالیٰ کا مقصود اس سے کیا ہے اس کی طرف التفات بھی نہیں، قرآن شریف کو اس نظر سے دیکھتے ہی نہیں کہ یہ ہماری اصلاح کا کفیل ہے. اس کی مثل ایسی ہے کہ کسی نے حکیم محمود خاں سے نسخہ لکھوایا اور اس کو اس نظر سے دیکھنے لگا کہ اس نسخہ کا خط کیسا ہے، دائرے کیسے ہیں، اس نظر سے نہیں دیکھتا کہ اجزاء کیسے ہیں مزاج کی کیسی رعایت کی ہے، صرف یہ دیکھا کہ خوشخط ہے، دائرے خوب بنائے ہیں اور کہنے لگا کہ محمود خاں بڑے طبیب ہیں ان کے دائرے کیسے عمدہ ہیں اس سے معلوم ہوگا کہ یہ شخص نسخہ کی حقیقت ہی نہیں سمجھا. نسخہ کی حقیقت تو یہ ہے کہ مرض کے موافق ہو اس سے اصلاح ہوتی ہو، نسخہ کو اس نظر سے دیکھنا چاہئے. اسی طرح قرآن مجید کی تو خوب تحقیق کرتے ہیں مگر اس کا خیال نہیں کرتے کہ حق تعالیٰ کا اس سے مقصود کا ہے یہ نہیں دیکھتے کہ اس کے اندر ہمارے امراض باطن کے کیسے علاج کیئے گیئے ہیں اور ہم کو اس سے نفع حاصل کرنا چاہئے“

رزقِ حلال کی برکت

حضرت امام شافعیؒ پر جب بڑھاپا غالب آیا اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو ان کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبلؒ ہیں امامِ وقت ہیں اور ایک جلیل القدر امام کے شاگرد ہیں تو امام احمدؒ کو لکھا کہ میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں اب سفر کے قابل نہیں رہا تم سے ملے عرصہ ہو گیا ہے ملنے کو جی چاہتا ہے گر تم تکلیف کر کے مصر کا سفر کر لو تو تمنا پوری ہو جائے، حضرت امام احمدؒ نے لکھا کہ میں حاضر ہو رہا ہوں اور تاریخ متعین کر کے لکھ دیا کہ فلاں تاریخ کو مصر پہونچونگا، جب وہ تاریخ آئی تو امام شافعیؒ کے گھر میں خوشی ہی خوشی ہے بچیاں اچھلتی کودتی پھر رہی ہیں کہ ایک امام وقت ہمارے یہاں مہمان ہوگا، تمام مصر میں خوشی ہے امام شافعیؒ استقبال کے لیے مصر سے کئی میل دور باہر نکل گئے تو انکے ساتھ مصر کے تمام علماء اور فوجی حکام نکلے اور جب بادشاہ کو پتہ چلا تو وہ بھی ساتھ ہو لیے، مصر کی حکومت اور قوم سب مل کر امام احمدؒ کے استقبال کو کئی میل آگے بڑھے اور بڑے تزک واحتشام کے ساتھ امام احمدؒ کو لے کر آئے اور امام شافعیؒ کے یہاں مہمان ہوئے، امام شافعیؒ کی مہمان نوازی ضرب المثل ہے اس قدر مہمان نواز کہ یوں چاہتے تھے کہ سارا گھر مہمان کے پیٹ میں داخل کر دوں انتہائی مدارات اور تکریم کی. بہت سی قسم کے کھانے پکوائے اب شام کا وقت ہوا دستر خوان بچھا کر امام احمدؒ کو بلایا گیا، امام احمدؒ نے اس طرح گر پڑ کر کھایا کہ جیسے کوئی سات وقت کا بھوکا کھانا کھا رہا ہو، اتنا زیادہ کھایا کہ دوسرے لوگوں کو تحیر پیدا ہوا کہ اتنا کھانا تو متقی کے شان سے بعید ہے کہ آدمی اپنے کو ناک تک بھر لے، جب امام شافعیؒ گھر پہنچے تو چونکہ فقہ وتقویٰ کا زمانہ تھا بچیوں نے امام شافعیؒ کا دامن پکڑا کہ یہ کیسا امام ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا کھاتا ہے یہ تو متقیوں کی شان سے بعید ہے یہ کس قسم کے امام ہے جس کی آپ تعریف کرتے تھے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جواب نہ بن پڑا اس لیے کہ مجھے خود ناگوار ہو رہا تھا، تو بچیوں سے فرمایا کہ یہ خلجان میرے دل میں بھی ہے کہ احمدؒ نے امام وقت ہوتے ہوئے اتنا کیوں کھایا، مگر بول نہیں سکتا تھا اس لیے کہ میں میزبان ہوں اگر میں کہتا کہ تم کم کھاؤ تو اس کا مطلب ہے کہ میں اپنا کھانا بچاتا ہوں میرا موقعہ نہ تھا، مگر میرے دل میں بھی خلجان ہے اس لیے چپ ہو گئے، اس کے بعد دونوں امام عشاء کی نماز کے لیے تشریف لے گئے امام شافعیؒ کی صاحبزادیوں نے بستر دیا اور چارپائی کے قریب لوٹا پانی کا بھر کر رکھا تا کہ اخیر شب میں اٹھنے میں وضو وغیرہ کرنے میں دشواری نہ ہو عشاء سے فراغت پر دونوں امام آ کر اپنے اپنے مقام استراحت پر آرام فرما ہوئے صبح کا وقت ہوا تو دونوں حضرات صبح کی نماز کو مسجد میں تشریف لے گئے، صاحبزادیوں نے آ کر بستر لپیٹا تو دیکھا

کہ لوٹا اسی طرح پانی سے بھرا ہوا رکھا ہے اب تو ان کے غصہ کا پارہ اور تیز ہوگیا اور امام شافعیؒ نماز فجر سے فراغت پر جب گھر تشریف لائے تو بچیوں نے دامن پکڑ کر کہا یہ کیسے امام ہے، پیٹ بھر کر یہ کھاتا ہے رات کا تہجد اسے نصیب نہ ہوا، وضو اس نے نہیں کیا، یہ کیسا امام ہے جس کی آپ تعریف کرر ہے تھے یہ امام کی شان نہیں یہ تو ایک معمولی مسلمان کی شان ہے کہ بہت سے بہت پانچ وقت کی نماز پڑھ لی امام کا رتبہ تو بہت بلند ہے، امام شافعیؒ سے صبر نہ ہوسکا، بہرحال استاد تھے امام احمدؒ سے آکر کہا کہ اے احمد یہ تغیر تم میں کب سے پیدا ہوا، کھانا کھانے بیٹھے تو تم نے انسٹھ کھایا، میرے بولنے کا موقع نہ تھا، مگر دل میں خلجان ضرور رہا اس کے بعد لوٹا بھرا رکھا رہا معلوم ہوا کہ تم تہجد کے لیے نہیں اٹھے، امام احمد بن حنبلؒ مسکرائے اور فرمایا واقعہ وہ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں واقعہ کچھ اور ہے، امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کیا وقعہ ہے، امام احمدؒ نے فرمایا کہ جب کھانے چنا گیا تو اس کھانے پر اس قدر انوار و برکات کی بارش ہورہی تھی کہ میں نے دنیا میں اتنی حلال کی کمائی آج تک نہیں دیکھی جتنا آپ کے گھر کا کھانا تھا اس لیے میں نے چاہا کہ جتنا کھا سکتا ہوں کھالوں چاہے بعد میں سات دن روزے رکھنے پڑیں، مگر یہ کھانا پھر مجھے نہیں ملے گا یہ وجہ تو زیادہ کھانا کھانے کی ہے، پھر اس کھانے پر انوار و برکات کی بارش دیکھی اور اتنا بابرکت اور حلال لقمہ میں نے عالم میں آج تک نہیں کھایا اور فرمایا کہ اس کی دو برکتیں ظاہر ہوئیں ایک علمی اور ایک عملی، علمی برکت تو یہ ظاہر ہوئی کہ رات چارپائی پر لیٹ کر قرآن کی ایک آیت سے فقہ کے سو مسلے استخراج کیے میرے اوپر علم کا ایک دروازہ کھل گیا اور عملی برکت یہ کہ عشاء کے وضو سے تہجد پڑھی اور اسی وضو سے نماز فجر پڑھی اس لیے وضو کی ضرورت نہیں ہوئی، امام شافعیؒ کھل گئے اور بچیوں سے کہا کہ دیکھا ہمارے یہاں امام وقت مہمان ہے، بچیوں کی خوشی کی بھی انتہا نہ رہی۔

(اسلام میں حلال اور حرام)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا گنگوہیؒ اپنے ایک استاد الاستاد کا قول نقل فرماتے تھے۔ کہ اگر کسی لڑکے کو دین کا بنانا ہو تو درویش (اہل اللہ) کے سپرد کردے۔ اور دنیا کا بنانا ہو تو طبیب کے سپرد کردے۔ اگر دونوں سے کھونا ہو تو شاعر کے سپرد کردو۔ میں نے عرض کیا کہ چوتھی ایک صورت اور رہ گئی کہ اگر دونوں کا بنانا ہو فرمایا یہ نہیں ہوسکتا واقعی صحیح فرمایا: ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ایں خیال است ومحال است وجنوں

ایک ہی دل میں خدا بھی ہو اور دنیا بھی یہ خیال غلط اور ناممکن ہے بلکہ جنون ہے (معارف گنگوہیؒ)

شیطانی فریب کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے

امام غزالیؒ

علم معاملہ میں سب سے اہم اور غامض بات یہ ہے کہ نفس کے فریبوں اور شیطان کی مکاریوں کی اطلاع رکھے اور یہ ہر شخص پر فرض ہے لیکن لوگ اس فرض کی ادائیگی سے غافل ہیں اور ایسے علوم کی تحصیل میں مصروف ہیں جن سے وسوسوں کو تحریک ملے اور شیطان کو اپنا تسلط باقی رکھنے کا موقع فراہم ہو اور ان علوم میں لگ کر شیطان کی عداوت اور اس سے بچنے کا طریقہ بھول جائیں. وسوسوں سے نجات کی صرف ایک صورت ہے کی خواطر کے دروازے بند کر دیئے جائیں، خواطر کے دروازے ظاہر میں حواسِ خمسہ، اور باطن میں شہوات اور دنیاوی علائق ہیں تنگ و تاریک گھر میں گوشہ نشینی اختیار کرنے سے حواسِ خمسہ کی گذرگاہیں مسدود ہوتی ہیں اور اہل و مال سے دوری شہوت اور دنیا کی محبت کم کرتی ہے. اس صورت میں صرف تخیلات کے دروازے کھلے رہیں گے ان دروازوں پر ذکرِ الٰہی کا پہرہ مقرر کیا جا سکتا ہے بعض اوقات وہ پہرہدار کی آنکھ بچا کر دل کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اگر ایسا ہو تو اس ''چور'' کے خلاف سخت مجاہدے کی ضرورت ہے اور یہ مجاہدہ کبھی ختم نہیں ہوتا، بلکہ زندگی کی آخری سانس تک جاری رہتا ہے اس لیے کہ زندہ شخص کبھی شیطان سے بچ کر نہیں رہ سکتا، وہ ہر لمحہ تاک میں رہتا ہے اور موقع پاتے ہی حملہ کر دیتا ہے، اس دشمن کے خلاف ہر وقت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے بعض اوقات انسان اپنے دشمن کو زیر کر لیتا ہے اور مجاہدے سے اس کا قلع قمع کر دیتا ہے لیکن یہ شکست دائمی نہیں ہوتی، وقتی ہوتی ہے موقع ملتے ہی وہ پھر حملہ کر دیتا ہے، جب تک جسم میں خون رواں دواں ہے شیطان کے خلاف جہاد کا جاری رہنا ضروری ہے قلب کے شہر پناہ کے دروازے زندگی بھر شیطان کے لیے کھلے رہتے ہیں کبھی بند نہیں ہوتے، اور یہ شہوت، غضب، حسد طمع اور حرص وغیرہ قلب کے دروازے ہیں، جب شہر کا دروازہ کھلا ہوا ہو اور دشمن چوکنا ہو تو اس کا دفاع صرف مجاہدے اور نگرانی ہی کے ذریعہ ممکن ہے، ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے دریافت کیا کہ اے ابوسعید؛ شیطان سوتا بھی ہے؟ فرمایا: اگر وہ سو جایا کرے تو ہمیں آرام کے چند لمحے میسر نہ آ جائیں، بہر حال بندہ مومن شیطان سے بچ کر تو نہیں گذر سکتا، البتہ اسے شکست دے کر، یا اس کی قوت کمزور کر کے اپنا دفاع ضرور کر سکتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المومن ینضی شیطانہ کما ینضی احدکم بعیرہ فی سفرہ (احمد۔ابوہریرہؓ)

ترجمہ؛ بندہ مومن شیطان کو اتنا لاغر و کمزور کر دیتا ہے جتنا تم اپنے اونٹ کو سفر میں (بوجھ لاد لاد کر) لاغر کر دیتے ہو.

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مومن کا شیطان کمزور ہوتا ہے، قیس بن الحجاج کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے شیطان نے کہا کہ جب میں تمھارے اندر داخل ہوا تھا تو اونٹ کی طرح تھا اور اب چڑیا جیسا ہوں میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی اس نے کہا تم ذکر اللہ کی آنچ سے میرا جسم پگھلاتے رہتے ہو، بہر حال اہل تقویٰ کے لیے شیطانی دروازے بند کرنا، اوران کی نگرانی کرنا، یعنی ان ظاہری دروازوں پر پابندی لگانا اوران واضح طریقوں کا سدباب کرنا جو معاصی کی طرف داعی ہوں مشکل نہیں ہے، البتہ شیطان کے غامض طریقوں سے وہ بھی دھوکا کھا جاتے ہیں اوران سے اپنی حفاظت یا دفاع نہیں کر پاتے جیسا کہ ہم نے علماء اور واعظین کے متعلق بیان کیا کہ شیطان انہیں خیر کے دروازے سے بہلا پھسلا کر شر کی طرف لے آتا ہے.

مصیبت یہ ہے کہ قلب کی طرف کھلنے والے شیطانی دروازے بہت زیادہ ہیں جبکہ ملائکہ کا دروازہ ایک ہی ہے یہ ایک ملکوتی دروازہ بے شمار شیطانی دروازوں پر مشتبہ ہوجاتا ہے ان دروازوں کے سلسلے میں آدمی مثال اس مسافر کی سی ہوتی ہے جو اندھیری رات میں کسی جنگل کا سفر اختیار کرے اور کسی جگہ پہنچ کر ٹھہر جائے جہاں سے بیشمار دشوار گذار راستے نکلتے ہیں اور وہ حیران پریشان کھڑا رہ جاتا ہے کہ کس راستے سے آگے بڑھے جو اسے منزل تک پہنچائے، ان بے شمار اور غیر واضح راستوں میں سے صحیح راستے کا انتخاب دو طرح کیا جاسکتا ہے، ایک عقل وبصیرت سے، اور دوسرا سورج کی روشنی سے، زیر بحث موضوع میں متقی قلب بصیرت وعقل اور کتاب وسنت کے علم کی کثرت روشن سورج کے قائم مقام ہے، جس طرح سورج کی روشنی سے منزل کی طرف جانیوالا راستہ ملتا ہے اسی طرح کتاب وسنت کے علم کی روشنی منزل کی طرف رہنمائی کرتی ہے، ورنہ شیطان کے راستے بیشمار ہیں اوران سے بچ کر نکلنا دشوار ہے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہمارے سامنے ایک خط کھینچا اور فرمایا ''ھذا سبیل اللہ (یہ اللہ کا راستہ ہے)'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خط کے دائیں اور بائیں جانب متعدد خطوط کھینچے، اور فرمایا یہ سب بھی راستے ہیں مگر ان میں سے ہر راستے پر ایک شیطان موجود ہے جو لوگوں کو اس پر چلنے کی دعوت دیتا ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی، وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ، (اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مختلف خطوط کو سبل فرمایا جو خطِ مستقیم کے اردگرد کھینچے گئے تھے اس حدیث سے بھی شیطانی راستوں کی کثرت کا علم ہوتا ہے ان ہی میں سے ایک راستہ وہ ہے جس پر چلنے کی دعوت دے کر وہ علماء

صلحاء، نفسانی شہوات پر قابو یافتہ اور گناہوں کی زندگی سے دور لوگوں کو فریب دیتا ہے، ابھم اس کے ایک اور راستے کا تذکرہ کرتے ہیں، جس پر آدمی خواہ مخواہ چلنے لگتا ہے یہ واقعہ حدیث شریف میں موجود ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک راہب کا ذکر فرمایا کہ اس کے شہر میں شیطان نے کسی لڑکی کا گلہ دبایا اور لڑکی کے گھر والوں کو دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس کا علاج فلاں راہب کے پاس ہے وہ لوگ لڑکی کو لے کر راہب کے پاس پہنچے، اس نے لاکھ انکار کیا مگر وہ نہ مانے، راہب کو علاج کے لیے مجبور ہونا پڑا، اب شیطان نے راہب کے دل میں زنا کا وسوسہ ڈالنا، اور اسے اس نازیبا حرکت پر اکسانا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا، لڑکی حاملہ ہوگئی، شیطان نے راہب کو رسوائی کے خوف سے ڈرایا اور اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اگر لڑکی کو قتل کر دیا جائے تو یہ راز چھپ سکتا ہے اور اس کے گھر والوں کو موت کا یقین دلا کر آسانی سے مطمئن کیا جا سکتا ہے اس نے ایسا ہی کیا، شیطان نے اپنی کاروائی جاری رکھی لڑکی کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ راہب نے تمھاری لڑکی کو حاملہ کرنے کے بعد رسوائی کے خوف سے قتل کر دیا، وہ لوگ راہب کے پاس آئے اور اس سے لڑکی کے متعلق پوچھا، راہب نے وہی جواب دیا جو شیطان اس کے دل میں القاء کیا تھا کہ لڑکی بیمار تھی مر گئی لیکن گھر والوں نے یقین نہیں کیا اور راہب کو قصاص کے لیے گرفتار کرنا چاہا، اس شیطان نے راہب کو بتلایا کہ یہ تمام کارنامے میرے تھے میں نے ہی لڑکی کا گلہ گھونٹا تھا میں نے ہی لڑکی کی ماں باپ کو تیرے پاس آنے پر آمادہ کیا تھا میں نے ہی تجھے اس کے ساتھ زنا پر اور پھر اسے قتل کر دینے پر اکسایا تھا اب میں ہی تجھے ان سے نجات دلا سکتا ہوں، اگر تو نجات چاہتا ہے تو میری اطاعت کر، راہب نے کہا کس طرح؟ شیطان نے کہا کہ مجھے دو سجدے کر، راہب بدبخت نے شیطان کو سجدے کئے اور وہ یہ کہتا ہوا چل دیا کہ میں تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتا، میں تجھے کیا جانوں؟ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ ، شیطان کی سی مثال ہے کہ (اول تو) انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو اس وقت صاف کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے واسطہ نہیں ہے۔

غور کیجیے شیطان نے اپنے حیلوں سے راہب کو ان کبیرہ گناہوں کے ارتکاب پر مجبور کر دیا محض اس کا حکم مان کر، حالانکہ اگر وہ علاج کے شیطانی وسوسے پر عمل نہ کرتا تو نہ زنا جیسے فعل بد کا مرتکب ہوتا اور نہ قتل کی ضرورت پیش آتی۔ بظاہر علاج کی تدبیر بہت اچھی تھی، کوئی شخص بھی نہیں یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ اس میں شر ہو سکتا ہے

بہر حال شیطان کی حکمت عملی یہی ہے کہ وہ شر کیلیے خیر کی راہ تلاش کرتا ہے اور شر کے راستے پر ڈال کر ایک شر سے دوسرے شر کی طرف کھینچتا ہے، نجات کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور آدمی نہ چاہنے کے باوجود اسی راستے پر قدم بڑھانے پر مجبور ہو جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہی ہے:

''من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیه، بخاری و مسلم ''

جو شخص چراگاہ کے اردگرد پھرے گا کیا عجب ہے کہ اس میں چلا جائے. (احیا العلوم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نظر اللہ پر رہے

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حالت میں سرداری سے معزول کیا ہے کہ وہ کفار کے مقابلہ میں ملکِ شام میں دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ لوگوں کو حضرت خالدؓ پر زیادہ نظر ہوگئی ہے خدا پر نظر کم ہوگئی، یہ ٹھیک نہیں۔ غرض شام میں ابوعبیدہؓ کے پاس پروانہ بھیجا کہ میں نے خالد کو معزول کیا اور خالد کی جگہ تم کو مقرر کیا یہ نرے عابد وزاہد بزرگ تھے نہ آدابِ جنگ کا خالدؓ کے برابر تجربہ رکھتے تھے اور نہ ان کی برابر قواعدِ جنگ سے واقف تھے۔ اور خالد سیف اللہ بڑے مشہور شجاع اور ماہر جنگ تھے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا بھی کہ حضرت یہ کیا کیا آپ نے یہی فرمایا کہ لوگوں کی نظر خالدؓ پر پڑنے لگی تھی۔ اللہ کی طرف متوجہ نہ تھے۔ مجھے ڈر ہوا کہ خالدؓ پر نظر کرنے سے کہیں نصرتِ الٰہی میں کمی نہ ہو جائے۔

فائدہ: ۔ یہ تھا ہمارے اکابر کا مذاق! اب تو اس قدر دہریت بڑھی جاتی ہے کہ خدا پر نظر ہی نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ تدبیر نہ اختیار کرو، البتہ تدبیر کو قبلہ وکعبہ نہ بناؤ۔ تدبیر میں اعتدال ہو، افراط نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

واللہ انسان کا دل تو وہ ہے کہ کتے کی مصیبت کو بھی سہ نہیں سکتا چہ جائے کہ مسلمانوں کی مصیبت کو۔ حضرت سید احمد کبیر فاطمیؒ کی حکایت لکھی ہے کہ آپ نے ایک کتے کو دیکھا کہ چلا جا رہا ہے اور خارش میں مبتلا ہے آپ کو اس کی حالت دیکھ کر رنج ہوا اور طبیب کے پاس تشریف لے گئے اور نسخہ لکھوا کر لائے اور اپنے ہاتھ سے کتے کے بدن پر ملی یہاں تک کہ جب وہ بالکل تندرست ہوگیا تو آپ خوش ہوئے (تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

فضائل صوم صلوٰۃ

فضیلت خدمتِ والدین

حدیث میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کے مجمع میں فرمایا (**رغم انفه، رغم انفه، رغم انفه**) صحابہ یہ الفاظ سُن کر گھبرا گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کون شخص؟ آپؐ نے فرمایا کہ ایک وہ شخص کہ اپنی زندگی میں بوڑھے ماں باپ کو پاوے اور اُن کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرے حضور ﷺ نے بوڑھے کی قید اسلیے بڑھا دی کہ اگر ماں باپ خود جوان ہیں تو اوّل تو وہ اس کے محتاج نہیں ہوں گے جیسے اس کے پیر ہاتھ چلتے ہیں ان کے ہاتھ پیر بھی چلتے ہیں۔ دوسرے انکی خدمت سے دل بھی نہیں گھبراتا۔ اس لیے اگر ان کی کچھ خدمت بھی کر دی تو کچھ بڑی بات نہیں بخلاف بوڑھے ماں باپ کے کہ وہ اسکے محتاج ہوتے ہیں اور چونکہ اکثر قویٰ بالکل کمزور ہو جاتے ہیں خود کچھ بھی نہیں کر سکتے اور اکثر کام مرضی کے موافق نہیں ہوتے تو تنگ مزاج بہت ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ایسے ماں باپ کی خدمت کرنا بوجہ اُن کی معذوری کے ضروری اور ان کی تنگ مزاجی سے تنگ ہو جانا اور نافرمانی کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ مگر اکثر آدمی تنگ ہونے لگتا ہے۔ جس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے زمانہ طفولیت و عالم احتیاج کو بھول جاتا ہے کہ اُس وقت والدین نے کیسے کیسے ناز اُٹھائے ہیں اگر وہ یاد رہیں تو بڑا نفع ہو۔

ایک بنئے کی حکایت مشہور ہے اُس نے اپنے بڑھاپے میں ایک مرتبہ اپنے ایک لڑکے سے دریافت کیا کہ بھائی یہ دیوار پر کیا چیز بیٹھی ہے۔ صاحبزادہ اوّل تو اس سوال پر دل میں بہت خفا ہوئے کہ اس لغو سوال کی آپ کو ضرورت ہی کیا تھی۔ مگر خیر تہذیب سے کام لے کر بتلا دیا کہ ابّا جان کوّا ہے۔ بنئے نے پھر پوچھا کہ بھائی! یہ دیوار پر کیا چیز ہے؟ صاحبزادہ نے کہا کہ! ابھی تو بتلا دیا تھا کہ کوّا ہے تیسری بار اُس نے پھر پوچھا تو صاحبزادہ نے بگڑ کر جواب دیا کہ تمھارا تو دماغ چل گیا ہے چپکے پڑے رہو۔ اس پر بنئے نے اپنا بہی کھاتا منگوایا اور کھول کر دکھلایا کہ صاحبزادہ دیکھو! تم نے ایک سو بار مجھ سے اپنے بچپن میں یہی سوال کیا تھا۔ اور میں نے ہر مرتبہ محبت سے جواب دیا تھا۔ تم دو ہی بار میں گھبرا گئے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ’’اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو اور تم ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جاویں سو ان کو کبھی ہوں بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا‘‘

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ کا بیان

دین پیدا ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے

میں اپنا ایک واقعہ سُناؤں ۔ ۱۹۴۸ء کی بات ہے ۔ حضرت رائے پوریؒ عبدالقادر صاحب یہاں ہمارے ایک دوست (اللہ اُن کی مغفرت فرمائے حاجی نورالٰہی صاحب اُن کا ہمارے اکابرین کے ساتھ تعلق تھا) کے ہاں تشریف لائے ۔ وہ اُن دنوں رہتے تھے جہانگیر پورہ کے علاقے میں ۔ تو اُنھوں نے ایک دن دعوت میں مجھے بھی بُلایا ۔ جب وہاں گیا تو حضرتؒ تشریف فرما تھے ۔ کھانا ختم ہُوا تو میں نے عرض کیا ۔ حضرت تھوڑا بہت پڑھا ہے لیکن عمل کی توفیق نہیں ہوتی کیسے عمل کی توفیق ہو؟ تو اُن دِنوں میں ہم بھی صاحبزادے تھے یعنی چھوٹی عمر تھی اِتنی بڑی عمر نہیں تھی ، مجھ سے خطاب فرمایا صاحبزادے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو ۔ اللہ عمل کی توفیق دے گا ۔ عمل والوں کی صحبت اختیار کرو اللہ عمل کی توفیق دیگا ، بات آئی گئی ہوگئی ۔ اِس کے بعد قہوہ آیا پھر مجھے خطاب فرمایا صاحبزادے میں قہوہ نہیں پیتا ، لیکن پی رہا ہوں یہ صحبت کا اثر ہے پھر پان آیا ۔ تو پان اُٹھایا پھر مجھے آواز دی صاحبزادے دیکھو میں پان نہیں کھاتا ۔ صحبت کی وجہ سے کھا رہا ہوں ۔ تو جیسے کہتے ہیں کہ خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے ۔ اہل اللہ کی نگاہ میں کچھ ہوتا ہے وہ پتہ نہیں کیا ہوتا ہے یہ تو اللہ میاں جانتے ہیں ۔ بعض اوقات میں مثال کے طور پر کہا کرتا ہوں کہ مرغی کے انڈے ہوتے ہیں روزانہ کھاتے ہونگے آپ ۔ تو مرغی کے انڈے مرغی کے نیچے رکھے جاتے ہیں ۔ پتہ نہیں کتنے دن ہیں ۔ ۱۷ دن یا ۱۹ دن ۔ مرغی اُن انڈوں پر خود بیٹھتی ہے ۔ اپنی چھاتی کی اُنھیں تپش دیتی ہے ۔ اگر تپش کے دوران میں کوئی انڈہ اِدھر اُدھر ہوجائے تو وہ انڈہ گندہ ہوجاتا ہے ۔ اور جو اُس کی چھاتی کے نیچے رہ جائیں ۔ تو ۲۱ دن کے بعد یا جتنے دن بھی وقفہ ہوتا ہے ۔ تو چوزے ایکدم انڈے کو پھاڑ کے اندر سے چُون چُوں کرتے ہوئے نکل کر باہر دانہ چُگنا شروع کردیتے ہیں ۔ تو اگر اللہ تعالیٰ نے مرغی کی چھاتی میں اُس کے اندر بے جان انڈوں میں جان ڈالنے کی طاقت رکھی ہے تو اُن اللہ کے بندوں میں جن کے سینے کے اندر الٰہی کرنٹ ہے جن کے اندر خداوندِ قدوس کی وہ صفت کام کررہی ہے جس کو صفتِ ہدایت کہتے ہیں ۔ جنھیں اللہ تعالیٰ نے مخزن بنایا ہدایت کا ۔ اگر وہ اللہ کے بندے اپنی اس اندر کی لائٹ کو کسی پہ ڈال دیں تو کیا کہنا ۔ باقی ہر اِک کا اپنا اپنا ظرف ہوتا ہے ۔

مئے ساقی ھے به اندازِ ظرف میخوار

دل حریف مئے بسیار کہاں سے لائوں

ظرف کے مطابق ملتاہے اور اگر کوئی چاہے کہ بے حد و بے حساب مل جائے تو وہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ والا واقعہ مشہور ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرتؒ کے کچھ مہمان تھے تو حضرت نے کھانا مانگا، بھٹیارا کھانا لے آیا تو بہت اچھا لایا۔ تو حضرت بہت خوش ہو گئے بلایا اور کہا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔؟ وہ جواب میں کہنے لگا کہ مجھے اپنے جیسا بنا دیں۔ مجھے اپنے جیسا کر دیں۔ حضرتؒ نے کہا یہ نہیں یہ نہیں۔ اُس نے کہا کہ میں تو یہی چاہتا ہوں۔ کہتے ہیں حضرتؒ نے تھوڑی دیر اپنے پاس رکھا لیکن اُس کے بعد طاقت نہیں تھی دل پھٹ گیا اور چلتے بنے۔ ہمارے حضرت تھانویؒ کے خلفاء میں حضرت مولانا محمد عیسٰی صاحبؒ تھے۔ اُن کے بارے میں میں نے دیکھا تو نہیں لیکن ہمارے سید سلیمان ندویؒ کی روایت ہے کہ چال، ڈھال، عمل ہر چیز میں اپنے شیخ کا نمونہ ہو گئے تھے یہاں تک کہ آخری وقت میں چہرہ بھی شیخ پر چلا گیا تھا۔ اِس سے بڑا مستند آدمی کون ہے۔؟ تو میں عرض کر رہا تھا ۔کہ میرے دوستوں وہ پہلے بھی کسی نے کہا نا کہ

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اِس دور کے بڑے فتنوں میں ایک بڑا فتنہ یہ ہے کہ اہل اللہ کی اوّل قدر نہیں رہی۔ اور دُوسری بات یہ ہے۔ کہ اُن سے استفادہ کا ذوق وشوق باقی نہیں رہا۔ عالم کے پاس چلے جائیں گے کتاب پڑھ لیں گے لیکن وہ روحِ اوراح جو کہ کتاب کو بھی تمھارے اندر اُتارے اس کی فکر نہیں. دوستو زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہائے۔۔۔۔زندگی آنی جانی ہے۔ اور جانے سے پہلے ایک چیز لینی ہے۔ اور وہ چیز کیا ہے۔؟ جو ساتھ جائیگی ،وہ ایمان جائیگا۔ اور ایمان کا محل دل ہے۔ کہ دل بن گیا تو انسان بن گیا اور دل نہ بنا تو کچھ نہیں بنا، تو یہ دل جیسے کہ میں نے پہلے عرض کیا یہ دل والا پانے سے ہے نرے پڑھنے سے نہیں ہے۔ پڑھنے کی میں مخالفت نہیں کرتا کہ کتابیں بھی ضروری ہیں اُن کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔ علم بھی ضروری ہے علماء بھی ضروری ہیں لیکن علماء کے اندر ایک وہ عالم ہے جو کہ علم پر عمل کرنے والا ہے۔ حدیث میں آتا ہے

''العلماء ورثۃ الانبیاء؛؛

علماء وارث ہیں نبی پاک ﷺ کے، تو وارث جو ہوتا ہے باپ کی میراث کا، صرف کسی ایک چیز کا نہیں ہوگا بلکہ باپ جتنی میراث چھوڑ کر جائیگا تو بیٹا اُس کے ہر شعبے میں اُس کا وارث ہوگا یعنی تلاوتِ کتاب، تزکیہ کرنا۔ پاک کرنا۔ یہ بھی ضروری ہے۔ تعلیم کتابِ حکمت یہ بھی ضروری ہے۔ یعنی یہ تمام چیزیں جو ہیں یہ

میراثِ نبوت ہیں ۔تو میراثِ نبوت کا اگر ایک حصہ چھوڑتے ہو۔تو گویا تم صحیح وارث نہیں ہو۔وارثانِ کامل وہی ہیں جو نبی ﷺ کی جملہ میراث اور اُن کے فرائض نبوت کے ہر حصّے اور ہر جزو کے وارث ہیں.اور یوں کہا جاتا ہے اور صحیح ہے اور حق ہے کہ اِس اُمت میں ہدایت کا کام اُنہی لوگوں سے عام و تمّام ہوا ہے جو کہ نبی ﷺ کے علوم ظاہری اور باطنی کے جاننے والے تھے۔یہ لوگ خود ظاہری علوم پر اکتفاء نہیں کرتے تھے۔بلکہ اُن کے اندر اُنکے قلوب جو تھے وہ نبی احمد ﷺ کے سینے کے انوار سے روشن تھے۔تو بہر حال میں صرف اِتنا کہنا چاہ رہا تھا۔کہ میرے دوستوں؛ زندگی تھوڑی ہے۔آج گئے کہ کل گئے۔کچھ پتہ نہیں نہ چھوٹے کا پتہ نہ بڑے کا پتہ۔عمر بتائی نہیں گئی اور اِس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں جس میں ایک بڑی حکمت یہ ہے۔کہ اِنسان پر یہ کھول دیا جاتا کہ موت فلاں تاریخ کو آئیگی ۔اگر لمبی عمر ہے۔تو پہلے ہی سے وحشت میں گزارتا ہے اور اگر چھوٹی عمر ہے تو وہیں سے اُس کا آوا ہی بگڑ جاتا۔

وہ ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک بادشاہ تھا بہت موٹا ہو گیا۔حکیموں کے نزدیک اُس کی زندگی کو خطرہ پیدا ہو گیا۔اب حکیم سوچتے ہیں کہ بادشاہ سلامت کیسے خوراک کو کم کر دیں۔ تو ایک حکیم آیا اُس نے بادشاہ سے کہا کہ میں تنہائی میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔تو تنہائی میں اُس نے بادشاہ سے کہا۔کہ جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔ لیکن میں تنہائی میں بتانا چاہونگاں۔لیکن پھر یہ ہے۔کہ آپ میری جان بخشی کرینگے۔مجھے اسِ کی سزا نہیں دینگے۔تو بادشاہ نے کہا کہ جان بخشی بھی ہے اور جو چاہتا ہے کہتا ہے بتا۔تو اُس نے آہستگی سے اُن کے کان میں کہا کہ میرے عِلم کے مطابق میرا پختہ یقین ہے۔کہ چالیسویں دِن آپکی موت واقع ہو جائیگی بادشاہ سخت سٹ پٹایا۔اندر لگ گیا دھڑکا۔کہ اَب جا رہا ہوں۔کہ کب جا رہا ہوں۔؟

تو اُس نے گوشت کو ایسے پگھلانا شروع کر دیا جیسے مُوم آگ پر پگھلتی ہے۔ابھی چالیس دن پورے ہوئے نہیں تھے کہ میاں اپنی سطح پر آ گیا۔اَب چالیسویں دِن مَرا نہیں۔صُبح سویرے آدمی بھجوایا کہ اُس ظالم کو بلا کر لاؤ۔تو اُس نے کہا کہ حضرت میں نے تو پہلے ہی آپ سے جان کی امان چاہی تھی۔اور کوئی علاج مجھے معلوم نہیں تھا۔یہ ایک علاج تھا۔کہ آپ کو غم لگ جائے۔اور اگر غم لگ جائے تو آپ کا موٹاپا ختم ہو جائیگا۔اِسی کو بزرگوں نے لکھا ہے کہ دو غم ہیں۔کہ یا تو غمِ دنیا ہے اور یہ غمِ دُنیا جو ہے عبث ہے ایسی چیز کے لیئے غم کھانا۔کہ جو کہ باقی رہنے والی نہیں۔آج چھوٹی کہ کل چھوٹی اور فائدہ بھی اس کا کیا؟ کہ جو کھایا وہ فنا ہو گیا۔اور جو پہنا وہ پھٹ پھٹا گیا۔پُرانا ہو گیا۔یہ تو عارضی دنیا ہے اور اسکی تمام چیزیں ایسی ہیں۔ایک دفعہ بہلول دانا بادشاہ کے محل میں چلا گیا۔

کبھی ایک کونے کو دیکھتا ہے۔ کبھی دوسرے کو جا کر دیکھتا ہے۔ کسی نے پکڑا اور بادشاہ کے آگے پیش کیا کہ یہ دیوانہ آ گیا ہے۔ تو اُس نے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو۔ تو اُس نے کہا کہ یہاں رہنے کے لیے آیا ہوں۔ تو اُس سے کہا یہ تو بادشاہ کا محل ہے اس نے کہا یہ تو سرائے ہے۔ اور کہا کہ اس محل میں پہلے کون تھا؟ اُس نے کہا کہ میرا باپ۔ کہ اُس سے پہلے کون تھا؟ اُس نے کہا کہ میرا دادا۔ پوچھا وہ کہاں ہیں؟ کہ وہ تو گئے۔ مر گئے ہیں۔ چلے گئے۔ اُس نے کہا تو بھی چلا جائے گا۔ یہ محل کہاں۔ یہ تو سرائے ہے آج ایک آتا ہے۔ کل دوسرا آئیگا۔ تو یہ دنیا تو آتی جاتی شے ہے۔ وہ مولانا الیاسؒ کا کہنا کہ ایک پٹ کھلا تو دوسرا بند ہو گیا۔ آنے جانے کی جگہ ہے۔

حیاتِ دوروزہ کا کیا عیش وغم
سفر کا بھی کیا جیسے تیسے رہے

سفر کا بھی کیا ہے گزر جائیگا۔ اصل غم کس چیز کا ہے۔؟ آخرت کا۔ وہاں کیا پیش آئے گا؟ خُدا کو کیا مُنہ دکھائیں گے۔؟ حضور پاک ﷺ کو کیا مُنہ دکھائیں گے۔؟ حضور پاک ﷺ سے کس حالت میں ملاقات ہو گی۔؟ تو بھئی آخرت کا غم پیدا ہو جائے۔ یہاں کے سب غم مِٹ جائیں اور آخرت سنور جائے۔ اُس کے لئے بزرگ جتنے ہیں بس وہ اِتنی بات کہتے ہیں کہ فکرِ آخرت اپنا لے۔ میں ایک دفعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا نوراللہ مرقدہ کے پاس تھا۔ تخلیہ میں وقت تھوڑا لیا تو میں نے حضرت سے کہا کہ حضرت کوئی نصیحت، ترکیب یا طریقہ بتائیں۔ فرمایا" کہ پیارے ہو سکے تو دو چیزوں سے نباہ کر لو۔ فکرِ آخرت اور درود شریف کی کثرت۔ فکرِ آخرت سے اعمال کے سنوارنے کی فکر پیدا ہوتی ہے کوئی شخص درود شریف پڑھے اور کہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی، تو بالکل ہوئی، حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ تو درود پڑھو اللہ کی رحمت نازل ہو گی۔ تو جو کثرتِ سے درود پڑھے گا۔ اُس پر کثرتِ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں گی۔ جیسے کہنے والے نے کہا کہ اگر دلوں کی صفائی چاہتے ہو تو درود کو کثرت سے پڑھو۔ یہ ایسی دوائی ہے جو کہ دلوں کو صاف کر دیتی ہے۔

محمد ﷺ کا نام دلوں کی شفا ہے درود کی کثرت انسان کو بنا دیتی ہے۔ وہ ایک صحابیؓ آئے کہنے لگے۔ کہ یا رسول ﷺ اپنے اذکار اپنے اوراد میں کتنا حصہ درود کا رکھوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ایک تہائی۔ اُنھوں نے پھر پوچھا کہ زیادہ کر سکتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا دو تہائی۔ یہاں تک کہ انھوں نے سارا وقت درود شریف کے لیے

مختص کر دیا۔ درود شریف میں اللہ کا بھی ذکر ہے۔ اور حضور پاک ﷺ کا تذکرہ بھی آجاتا ہے۔ اور رحمتِ الٰہی متوجہ ہو جاتی ہے۔ تو درود شریف کی کثرت انسان کو بنانے والی چیز ہے جس قدر ہو سکے درود شریف پڑھنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہمیں درود شریف کے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ ہمارے حضرت رشید احمدؒ گنگوہی کے ہاں درود شریف کی اقل تعداد جو کثرت کی ہے وہ تین سو ہے۔ کم از کم دن میں تین سو مرتبہ درود شریف پڑھنا یہ اقل تعداد کثرتِ درود کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے آمین۔ تو بہر حال اِدھر اُدھر کی کہہ رہا ہوں۔ خُدا کرے کہ کوئی کام کی بات بھی ہو جائے۔ تو حاصل ساری بات کا یہی ہے۔ کہ انسان اس دنیا میں آیا اور جانے کے لیے آیا۔ اور جانے سے پہلے اِس نے وہاں کا سرمایہ اکٹھا کرنا ہے۔

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جانو۔ تو روؤ زیادہ اور ہنسو کم۔ تو ایک صحابیؓ نے یہ سنا تو قسم کھالی کہ جب تک اپنا مقام جنت میں نہیں دیکھوں گا۔ ہنسوں گا نہیں۔ لوگوں کی آنکھوں نے اُن کے چہرے پر پھر کبھی ہنسی کو نہیں دیکھا۔ اور غالباً حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا اور اُن کی موت ہوئی۔ اب موت کے بعد اُنھیں تختے پر ڈالا گیا نہلانے کے لیے، تو اب نہلاتے ہوئے ایکدم کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ لوگوں نے کہا کہ دوبارہ زندہ ہو گئے، کیا ہو گیا؟ تھوڑی دیر بعد پھر وہی موت۔ تو ایک صحابیؓ جو کہ اُس مجلس میں موجود تھے۔ جس وقت کے یہ بحث ہوئی تھی تو اُنھوں نے کہا کہ اللہ کے بندے کی قسم اللہ نے سچ کر دکھائی۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہوتے ہیں۔ بہت سارے ایسے لوگ کہ پریشان حال، پریشان بال، کسی کے گھر پر جائیں کہ وہ دروازہ کھولیں تو کہیں کہ یہ کون دیوانہ آگیا ہے۔ اور وہ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ تو اللہ نے اپنے بندے کی قسم کو پورا کر دیا اور اس نے اپنا ٹھکانا جنت میں دیکھ لیا۔ تو عرض یہ کر رہا تھا۔ کہ اگر انسان کچھ ہو جائے تو اپنے ٹھکانے کو بھی دیکھ لے۔ صلاح الدین ایوبیؒ کے واقعات میں ابن شداد نے لکھا ہے (اُن کے سوانح لکھنے والے ہیں)۔ آپ حافظ بھی تھے۔ لڑنے کی نوعیت یہ ہوتی تھی کہ صلاح الدین ایوبیؒ دوسرے ہاتھ میں ڈھال نہیں لیتے تھے۔ دونوں ہاتھوں میں تلواریں ہوتیں تھیں۔ اور بھیڑ بکریوں کی طرح کفار کو کاٹتے تھے۔ اور جب تھک جاتے تھے۔ تو ابن شداد اُن کے ساتھ ہوتے تھے۔ اُن سے کہتے تھے کہ پڑھ کوئی قرآن کی آیت۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اُن سے کام لے لیا اور صلیبیوں کو شکست دے دی اور اُن کو نکال باہر کیا تو آپکا کام مکمل ہو گیا، اُس کے بعد بیمار ہو گئے۔ بخار کی حالت میں جب آخری وقت آیا۔ بے ہوشی میں تھے۔ قرآن پڑھا جا رہا تھا۔ سورۃ الحشر کی آخری آیتوں پر

ایک دفعہ آنکھیں کھولیں۔اور پھر بند کردئیں۔ پھر قرآن پڑھتے رہے۔ پڑھتے رہے یہاں تک کہ جس وقت اُس مقام پر پہنچے۔

یاایتھا النفس المطمینة ٥ ارجعی الی ربک راضیة مرضیة٥ فادخلی فی عبادی ٥ وادخلی جنتی٥(سورۃ الفجر آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰)

ترجمہ:۔اے وہ جی جس نے چین پکڑلیا پھر چل اپنے رب کی طرف تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری بہشت میں ۔(تفسیر عثمانی)

تو آنکھیں کھولیں۔ہنس دیئے اور پھر آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند کردیں۔

نشان مردم مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلبِ اوست

ترجمہ؛ مردِ مومن کی نشانی تمھیں بتا تا ہوں کہ جب موت آتی ہے تو اس کے لبوں پر تبسم ہوتا ہے کہ موت آئے ہنستے آئے کسی نے کہا کہ؛

یاد داری بہ وقتِ زادنِ تو
ہمہ خنداں بودن تُو گریاں

کہ یاد ہے وہ وقت تو پیدا ہوا تو سب خوش خوش ہو رہے تھے خنداں تھے کہ خان آ گیا خان آ گیا۔ کہ بیٹا پیدا ہو گیا۔خوشیاں ہو رہی تھیں۔اور تو رُو رہا تھا۔

ایں چُناں ذی کہ بوقتِ مردنِ تو
ہمہ گریاں بودن و تُو خنداں

کہ ایسے زندگی گزار کہ مرتے وقت سب رو رہے ہوں اور تو ہنستا ہُوا جائے۔

الموتُ جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

ترجمہ:۔ موت پل ہے جو دوست کو دوست سے ساتھ ملا دیتی ہے۔

یہ جو طلبا ہوتے ہیں امتحان کے دینے والے۔ جو اچھے ہوتے ہیں جنھوں نے خوب کام کیا ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں۔اچھا بس امتحان آ ئیگا۔نمبر لے گیں۔ یہ ہوگا وہ ہوگا۔اور میری طرح جنھوں نے کچھ کیا نہیں ہوتا وہ جان چُھپاتے پھرتے ہیں کہ کیا ہوگا ؟ کیا کریں گے؟ تو اصل میں تیاری ہے مُوت کی۔اور زندگی جو ہے اِس کی

تیاری کے لیے دی ہے۔

موت اِک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے بڑھیں گے دم لے کر

زندگی تو وہاں کی ہے جو شروع ہوگی تو ختم ہی نہیں ہوگی۔ کہ اُدھر چین ہی چین ہے آرام ہی آرام ہے۔ زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔ دُنیا کی زندگی تو آنی جانی چیز ہے ۔ پہلا قدم ہے بچے ہیں، ہنستے ہیں، کھیل کود میں وقت گیا۔ جوانی آئی تو بس اِدھر اُدھر کے کاموں میں لگ گئی۔

سورۃ الحدید میں ہے۔

اعلمو آانما الحیٰوۃالدُّنیا لعب و لھو (آیت نمبر ۲۰)

ترجمہ:۔ جان رکھو کہ دنیا کی زندگانی یہی ہے کھیل اور تماشا۔ (تفسیر عثمانی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت تھانویؒ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے جب تا دیباً اپنی بیبیوں کے پاس جانے کی قسم کھائی تھی اور مشہور ہوگیا کہ حضورﷺ نے سب کو طلاق دے دی ہے تو سب لوگ رو رہے تھے۔ اس حالت میں حضرت عمرؓ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی مگر اجازت نہیں ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو شبہ ہوا کہ شاید آپ کو خیال ہوا کہ حفصہؓ کی سفارش کرنے آئے ہیں اور اگر ہوا ان کی سفارش ماننی پڑے گی۔ اس لیے اجازت نہیں ملی۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے پکار کر عرض کی کہ حفصہؓ کی سفارش کرنے نہیں آیا۔ اگر حضورﷺ آپ فرمائیں تو میں حفصہؓ کا سر اُتار لاؤں میں صرف واقعہ معلوم کرنے آیا ہوں۔ حضورﷺ نے ان کو آنے کی اجازت دے دی۔ وہ حاضر ہوئے اس کے بعد ان کی نظر دولت خانے کی ہیئت پر پڑی تو دیکھا کہ گدّے میں کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے ہیں اور کچھ چمڑے لٹکے ہوئے تھے۔ بس یہ کائنات تھی حضورﷺ کے سامان کی، اس حالت کو دیکھ کر حضرت عمرؓ کے آنسو جاری ہوگئے اور عرض کیا کہ اے رسول اللہﷺ یہ قیصر و کسریٰ خدا کے دشمن کے پاس تو ساز و سامان اور آپﷺ کی یہ حالت! آپﷺ خدا سے دعا کیجیے کہ آپﷺ کی اُمت پر دنیا کی وسعت فرمائے حضورﷺ ان کی بات سُن کر اُٹھ بیٹھے اور فرمایا اَفِیْ شَکٍّ اَنْتَ عُمَرُ، اے عمر تم ابھی تک شک ہی میں ہو ان لوگوں کو تو جو ملنا تھا سب دنیا میں مل گیا ہے وہاں کچھ نہیں اور ہمارے لیے آخرت کی راحت ہے۔ یہ حضورﷺ کا ارشاد اور معاشرت ہے۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)